بسم اللہ الرحمن الرحیم

بیادگار: حضور حافظِ ملت علامہ شاہ الحاج عبدالعزیز قدس سرہٗ بانی الجامعۃ الاشرفیہ

الجامعۃ الاشرفیہ کا دینی اور علمی ترجمان

ماہنامہ اشرفیہ مبارکپور

زیرِ سرپرستی:

عزیز ملت حضرت علامہ شاہ الحاج عبدالحفیظ صاحب قبلہ

سربراہِ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ

جلد نمبر ۴۳ شمارہ ۴

اپریل ۲۰۱۹ء

شعبان المعظم ۱۴۴۰ھ

مجلس ادارت

مدیرِ اعلیٰ: مبارک حسین مصباحی

منیجر: محمد محبوب عزیزی

تزئین کار: مہتاب پیامی

مجلسِ مشاورت

مولانا محمد احمد اعظمی مصباحی

مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی

مولانا محمد ادریس بستوی مصباحی

مولانا محمد عبدالمبین نعمانی مصباحی

ترسیل زر و مراسلت کا پتہ

دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور

اعظم گڑھ یو۔پی۔ ۲۷۶۴۰۴

THE ASHRAFIA MONTHLY

Mubarakpur. Azamgarh

(U.P.) India. 276404

قیمت عام شمارہ: 25 روپے

سالانہ: 250 روپے

چیک اور ڈرافٹ

بنام

مدرسہ اشرفیہ

بنوائیں

کوڈ نمبر ———— 05462

دفتر ماہنامہ اشرفیہ ———— 250149

الجامعۃ الاشرفیہ ———— 250092

دفتر اشرفیہ ممبئی فون/فیکس 23726122

سری لنکا، بنگلا دیش، پاکستان، سالانہ

500 روپے

دیگر بیرونی ممالک

20 $ امریکی ڈالر £ 15 پونڈ

نوٹ: آپ ماہنامہ اشرفیہ ہر ماہ انٹرنیٹ پر بھی پڑھ سکتے ہیں۔

http://www.aljamiatulashrafia.org

E.mail: ashrafiamonthly@gmail.com

A/c No. 3672174629

Central Bank Of India

Branch : Mubarakpur IFSC : CBIN0284532

اکاؤنٹ میں رقم جمع کرنے کے بعد آفس کے نمبر پر فون کریں یا بذریعہ ڈاک مطلع کریں۔ (منیجر)

مولانا محمد ادریس مصباحی نے فیضی کمپیوٹر گرافکس، گورکھ پور سے چھپواکر دفتر ماہنامہ اشرفیہ، مبارک پور، اعظم گڑھ سے شائع کیا۔

مشـــــــمـــــــولات

اداریـــــــہ	نیوزی لینڈ کی دو مساجد میں دہشت گردانہ حملے کی شدید ترین مذمت	مبارک حسین مصباحی	۳

تحقیقات

سوانح	سلطان الاولیا حضرت احمد کبیر رفاعی، حیات و تعلیمات	مولانا محمد ناصر منیری	۶

فقہیات

آپ کے مسائل	کیا فرماتے ہیں.............	مفتی محمد نظام الدین رضوی	۱۵

نظریات

فکـــرِامروز	استاذِ زمن اور مطبع اہلِ سنت بریلی شریف	مولانا شمیم اختر مصباحی	۱۷

اسلامیات

شـــعـــاعیں	شبِ براءت اور اسلاف کے معمولات	حافظ ظہیر احمد اسنادی	۲۰
خدمتِ خلق	دینِ اسلام اور خدمتِ خلق	مولانا اختر علی واجد القادری	۲۳

اصلاحیات

تاریخی شعاعیں	حق گوئی	انس مسرور ٹانڈوی	۲۶

صدیقیات

درسِ حیات	حضرت سیدنا ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شان و عظمت	حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی	۲۸

شخصیات

انوارِ حیات	روہیل کھنڈ کے عظیم فقیہ شاہ سلامت اللہ مجددی	جنید احمد	۳۱
عالمی خدمات	عالمی افق پر علامہ قمر الزماں اعظمی کی خدمات	مولانا فروغ القادری	۳۵

سیاسیات

آئینۂ وطن	نیلی کی قتلِ عام کی ۳۶؍ویں برسی	مولانا صادق رضا مصباحی	۴۲

بزمِ دانش

فکر و نظر	ملک کے موجودہ سیاسی حالات اور مسلمان	معراج نوری/ڈاکٹر رحمت حسین	۴۴

ادبیات

نقد و نظر	فروغِ رضویات میں فرزندانِ اشرفیہ کی خدمات	مولانا محمد ساجد رضا مصباحی	۴۷
خیابانِ حـــرم	علم اور علما	مہتاب پیامی	۵۰

مکتوبات

صدائے بازگشت	مولانا محمد عبد الباری نعیمی مصباحی		۵۱

سرگرمیاں

خیر خبر	مولانا محمد شفیق نعیمی کے فاتحۂ چہلم پر اجلاس/عرس خواجہ غریب نواز پر طلبۂ مدارس میں نوری مشن سے "تعلیمی وظیفہ" کی تقسیم/اتردیناج پور میں جشن صد سالہ اعلیٰ حضرت و عرس کلیمی/عرس فریدی، بدایوں شریف/"شعاعِ فیضانِ رضا" کا رسم اجرا/الجامعۃ الاشرفیہ کے ہونہار طلبہ نے سنایا/ایک نشست میں مکمل قرآن پاک		۵۳

اداریہ

نیوزی لینڈ کی دو مساجد میں دہشت گردانہ حملے کی شدید ترین مذمت

مبارک حسین مصباحی

آج کی نشست میں ہمارا موضوع ہے ۱۵/ مارچ ۲۰۱۹ء میں نمازِ جمعہ کے وقت نیوزی لینڈ کی دو مساجد پر دہشت گردانہ حملوں کا الم ناک تذکرہ۔ سفاک دہشت گرد ۲۸/ سالہ برینٹن کی خونخوار گولیوں سے پچاس مسلمان جاں بحق ہو گئے اور قریب اتنے ہی موت و زیست کے سخت ترین مراحل سے گزرتے ہوئے مختلف ہاسپیٹلز میں زیرِ علاج ہیں۔ نیوزی لینڈ کے شہر کرائسٹ چرچ میں ڈین ایوینیو پر واقع مسجد النور اور لن روڈ پر واقع مسجد میں نمازِ جمعہ ادا کرنے کے لیے تشریف لائے نمازیوں پر گولیاں چلائیں۔ دہشت گرد برینٹن انتہائی چالاک اور تربیت یافتہ دہشت گرد ہے، اس کی گاڑی میں کئی رائفلیں تھیں، یکے بعد دیگرے رائفلیں لاتا رہا اور راستے بدل بدل کر جی بھر کے مسلمانوں کو نشانہ بناتا رہا۔ اس کے بعد دوسری مسجد میں داخل ہوا اور وہاں بھی اس نے متعدّد مسلمانوں کو اپنی گولیوں کا نشانہ بنایا۔ نہ مرنے کے شبہات کی وجہ سے بعض مقامات پر کئی کئی بار نشانہ بنایا۔ حملہ آور نے فیس بک پر لائیو کیم آن کیا اس وجہ سے پوری دنیا نے اس کی سفاکی اور خوں ریزی کا دہشت ناک منظر براہ راست دیکھا۔ دہشت گرد کے آبا و اجداد یورپ کے رہنے والے تھے، چند برس قبل اس کے اہلِ خانہ آسٹریلیا منتقل ہو گئے تھے جو نیو ساؤتھ ویلس کے شہر گرافٹن میں آج بھی مقیم ہیں، حملہ آور سفید فام اور مسیحی ہے۔

نیوزی لینڈ ایک جزیرہ ملک ہے جس کا دار الحکومت ولنگٹن ہے، سرکاری زبان انگریزی ہے۔ ۴۸/ لاکھ ۸۵/ ہزار سے زیادہ کی آبادی والے اس ملک میں مقامی اور مہاجرین مسلمانوں کی آبادی بمشکل ایک فیصد یعنی چالیس ہزار ہے۔ نیوزی لینڈ ایک خوشگوار چھوٹا سا ملک ہے جہاں تعصب اور وطن پرستی کا کوئی تصور نہیں ہے۔ یہاں تمام مذہب کے افراد بڑی حد تک سماجی پیار و محبت کے ساتھ زندگیاں گزارتے رہے ہیں۔ یہ آسٹریلوی برینٹن دہشت گرد ایک عام شہری کی طرح اس ملک میں آیا، اس نے یہ رائفلیں آن لائن خریدیں، حالاں کہ آسٹریلیا میں ان رائفلوں کے رکھنے کی حکومتی سطح پر سخت پابندی ہے، اس حادثے کے دوران مسجد النور کے خطیب و امام نے بذریعہ موبائل پولیس کو خبر دی اور پولیس نے اسے رنگے ہاتھوں گرفتار بھی کر لیا۔ اس دہشت گرد کی خاص بات یہ رہی کہ اس کا آخری سفر اسرائیل کا ہوا۔ اس کے پاس امریکی صدر مسٹر ٹرمپ کے لیے بھی کچھ اچھے جملے لکھے ہوئے تھے، اس کی گاڑی میں مسلسل دہشت گردانہ ریکارڈنگ چل رہی تھی، اس کی رائفلوں پر مسلمانوں کے دشمنوں کے تعلق سے بہت کچھ اشاروں کی زبان میں لکھا ہوا تھا۔ اس نے حملے سے قبل اپنے ناپاک عزائم کے ساتھ ان دونوں مسجدوں میں قتل و غارت گری کرنے کی ویڈیو حملے سے پہلے ہی وائرل کی تھی اور پھر حملہ کرتے ہوئے بھی اس نے مکمل ویڈیو بنائی۔ حملے کے دوران نقل و حرکت سے یہ اندازہ لگانا قطعاً مشکل نہیں کہ یہ ان مسجدوں میں بار بار آچکا ہے۔ اس دہشت گرد کے حملے میں پچاس سے زیادہ مسلمان شہید اور انچاس مسلمان زخمی ہوئے۔ سوشل میڈیا پر اس کی تمام ویڈیوز وائرل ہوئیں۔

نیوزی لینڈ کی سرزمین پر اپنی نوعیت کا یہ پہلا بڑا حادثہ ہے، ملک کی وزیرِ اعظم جیسنڈا آرڈن نے خبر ملتے ہی اپنے درد و غم کا اظہار کیا اور اس قاتلانہ حملہ کو واضح طور پر سفید فام دہشت گردی قرار دیا۔ ان کا کہنا تھا کہ کرائسٹ چرچ کی دو مساجد پر حملہ دہشت گردی کے سِوا کچھ نہیں۔ آسٹریلوی وزیرِ اعظم اسکاٹ ماریشس نے بھی اس واقعہ کی مذمّت کرتے ہوئے اسے دہشت گردی قرار دیا ہے۔ برطانوی وزیرِ اعظم تھریسیا نے اپنے تعزیتی پیغام میں کہا ہے کہ کرائسٹ چرچ میں دہشت گردی کے ہیبت ناک واقعے کے بعد وہ پورے برطانیہ کی جانب سے نیوزی لینڈ کے عوام سے افسوس کا اظہار کرتی ہیں اور ان کی دعائیں حملے سے متاثر ہونے والے افراد کے ساتھ ہیں۔

یہ ایک ناقابلِ تردید سچائی ہے کہ ان دو مسجدوں میں پچاس مسلمانوں پر دہشت گردانہ حملوں نے انھیں موت کی آغوش میں سلا دیا، ہم

نے موبائل پر دیکھا کس چابک دستی کے ساتھ وہ نیک صفت مسلمانوں کے خون سے ہولی کھیل رہا تھا، ایک مسلمان کو ان حملوں کے دوران پورے خشوع کے ساتھ نماز ادا کرتے دیکھا، مگر اس سفاک قاتل نے اسے بھی شہادت کی الم ناک منزل سے گزار دیا۔ اس میں کوئی شبہہ نہیں کہ دنیا میں امن و امان کے اعتبار سے نیوزی لینڈ دوسرے نمبر پر ہے، وہاں کی صدر جیسنڈا آرڈرن اور ملک میں آباد دیگر نظریات کے افراد نے بھی ہم دردی اور غم گساری کا حق ادا کر دیا۔ خاتون صدر نے کالا لباس اور سر ڈھک کر دنیا سے رخصت ہونے والے مسلمانوں کی متعلقہ خواتین سے گلے لگ کر صبر و تحمل کی تلقین کی اور غم ناک آنسوؤں کے ساتھ تعزیت پیش کی۔ آپ نے باضابطہ اعلان کرایا کہ جو حضرات اپنے متعلقین کو اپنے ملکوں میں دفن کرنا چاہیں ان کے مکمل اخراجات نیوزی لینڈ حکومت برداشت کرے گی۔ دیگر مذاہب کے ماننے والوں نے باہم لمبی رقوم جمع کیں اور مرحومین کے ورثا کو دی ہیں۔ زیرِ علاج مسلمانوں یا ان کے متعلقین کو حکومت اور دیگر لوگ مسلسل تعاون کر رہے ہیں۔ اس جانکاہ حادثے کے بعد دیگر مسلمانوں میں خوف و ہراس کا عالم ہے، انھیں باہر نکلتے ہوئے خوف محسوس ہو رہا ہے۔ اس خوف ناک ماحول میں کیوی لوگ باضابطہ ساتھ نکل رہے ہیں، بلکہ بعض نمازیوں کو مسجدوں میں لے جاکر نمازیں پڑھوا کر ان کے گھر لا کر چھوڑ رہے ہیں۔

امریکی صدر ڈونالڈ ٹرمپ نے ایک لنک شیئر کیا جو حملے سے متعلق ایک ویب سائٹ کی خبر کا لنک تھا، گارڈین کے مطابق صدر ٹرمپ نے نیوزی لینڈ کی وزیرِ اعظم کو ٹیلی فون کیا اور دریافت کیا: ”امریکہ آپ کی کیا مدد کر سکتا ہے؟“

اس پر نیوزی لینڈ کی وزیرِ اعظم نے انھیں مشورہ دیا کہ امریکہ تمام مسلم کمیونٹی سے محبت اور ہمدردی کا اظہار کرے۔ اس کے ۱۰؍ گھنٹے کے بعد ٹرمپ نے دوسرا ٹویٹ کیا اور قتل عام کی مذمت کی۔

اسی طرح اسرائیل اور ہندوستان میں بی جے پی حکومتوں اور دیگر چند ممالک نے بھی خاموشی اختیار کی ہے، بلکہ بعض مقامات پر تو جشن بھی منائے گئے ہیں۔

ترکی کے وزیرِ اعظم رجب طیب اردغان نے ٹویٹ میں لکھا ہے کہ یہ حملہ نسل پرستی اور اسلام مخالف جذبات کی تازہ مثال ہے، انھوں نے لکھا کہ وہ النور مسجد میں ہونے والے حملے کی سختی سے مذمت کرتے ہیں اللہ تعالیٰ متاثرین کو صبر دے اور زخمیوں کو جلد شفا عطا فرمائے۔ پاکستان کے وزیرِ اعظم عمران خان نے اس حادثے کو کھلی دہشت گردی قرار دیا ہے اور سفید فام دہشت گردی کی سخت ترین مذمت کی ہے۔ امریکہ کے سابق صدر براک اوباما نے اپنے ٹویٹ میں لکھا: ہم سب کو نفرت کے خلاف متحد ہونا چاہیے۔ انھوں نے لکھا کہ مشیل اور میں اس مشکل وقت میں نیوزی لینڈ کے لوگوں کے ساتھ ہیں۔ اقوامِ متحدہ کے سکریٹری جنرل انٹونیو غوطریس نے سوشل میڈیا پر لکھا کہ وہ پر امن عبادت کرنے والے لوگوں پر حملے کی سخت مذمت کرتے ہیں، انھوں نے لکھا کہ ہمیں مسلمانوں سے نفرت کرنے والوں کے خلاف کھڑے ہونا چاہیے۔

متعدّد ذرائع سے اب یہ سچائی بھی آخری مرحلے تک گزر چکی ہے کہ ان دو مساجد میں حملہ کسی دماغی پاگل پن کا نتیجہ نہیں بلکہ مسلسل پلاننگ کا ایک معمولی سا حصہ ہے۔ اسرائیل وغیرہ دہشت گرد ممالک اس قسم کے ناپاک عمل کرتے رہتے ہیں۔ ۲۷؍ مارچ کے اخباروں اور دیگر ذرائع سے یہ خبر عام ہوگئی ہے کہ اس نے فلسطین کے چند علاقوں پر مسلسل بم باری کی ہے، جس کے نتیجے میں ایک مسجد بھی شہید ہوگئی ہے۔ یہ برینٹن تنہا تیار نہیں کیا گیا ہے بلکہ اس جیسے کثیر دہشت گرد تیار کیے گئے ہیں، اس کی بنیادی وجہ کچھ اور بھی ہوسکتی ہے، مگر جہاں تک ہم اور دنیا کے لاکھوں لوگ سمجھ رہے ہیں، وہ اسلام قبول کرنے والوں کی تعداد میں مسلسل اضافہ ہے، نیوزی لینڈ کے مشہور رگبی کھلاڑی سونی بل ولیمز نے اسلام چند ماہ قبل ہی قبول کر لیا تھا، اس بدترین حادثے کے بعد قیس اور رحمہ نام سے یوٹیوب ویڈیو چینل پر یہ دعویٰ کیا جا رہا ہے کہ ان مساجد پر حملوں کے بعد تین سو پچاس افراد نے اسلام قبول کر لیا ہے۔ یہ در اصل اس مشہور پیشین گوئی کی عملی تصدیق ہے کہ ایک دور آئے گا قیامت سے قبل کہ حضرت مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی جلوہ گری ہوگی اور دنیا بھر میں اسلام پھیل جائے گا۔

نیوزی لینڈ میں جو پچاس مسلمانوں کو قتل کیا گیا ان پر دنیا بھر میں اظہارِ افسوس کیا گیا۔ نیوزی لینڈ کی پارلیمنٹ میں جو پہلا اجلاس شروع ہوا، اس کا آغاز تلاوت قرآن عظیم سے کیا گیا، خاتون وزیرِ اعظم جیسنڈا آرڈرن نے ”السلام علیکم“ کہہ کر اپنے خطاب کا آغاز کیا۔

النور مسجد میں دو دن کے بعد اذان اور جماعت شروع ہوئی۔ ۱۵؍ مارچ کے بعد جو جمعہ آیا اس میں نیوزی لینڈ کی حکومت کی جانب سے

باضابطہ اعلان کیا گیا کہ جمعہ کی اذان اور نماز ٹی وی، ریڈیو اور دیگر ذرائع سے پوری دنیا میں نشر کی جائے گی۔

نیوزی لینڈ کی صدر نے سیاہ لباس اور دوپٹہ میں ملبوس شہیدوں کے لواحقین سے تعزیت کی اور زخمیوں سے ملاقات کر کے ہمدردی کا اظہار کیا اور ان تمام کی ہر ممکن مدد کرنے کا اعلان کیا۔ انسانی ہمدردی کی پیکر نے اسلحے کے قوانین میں ترمیم کا اعلان کیا۔ وزیر اعظم نے اعتراف کرتے ہوئے کہا کہ کرائسٹ چرچ مساجد پر حملے کی اطلاع کچھ دیر پہلے انٹیلی جنس ایجنسیوں کو مل گئی تھی، لیکن پولیس کے موقع پر پہنچنے سے پہلے ہی حملہ آور مسجد پہنچ چکا تھا۔

نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم جیسنڈا آرڈرن نے مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے ایک بار پھر سیاہ لباس زیب تن کیا اور سر ڈھک کر نمازِ جمعہ کی تقریب میں ہزاروں افراد کی قیادت کی جو کرائسٹ چرچ حملے کے متاثرین سے اظہار یکجہتی کے لیے خصوصی تقریب میں شامل ہوئے تھے۔ مرکزی تقریب کرائسٹ چرچ میں منعقد کی گئی، جہاں مقتولین کو خراج عقیدت پیش کرتے ہوئے دو منٹ کی خاموشی بھی اختیار کی گئی۔ دہشت گردی کے اس واقعے پر نیوزی لینڈ میں سوگ کا عالم بدستور برقرار ہے جب کہ وزیر اعظم جیسنڈا آرڈرن نے کہا ہے کہ مشکل کے اس وقت میں تمام شہری متحد ہیں۔ کرائسٹ چرچ میں منعقدہ اس تقریب میں امام فواد نے متاثرین کے لیے خصوصی دعا کی اور کہا: ہمارا دل ٹوٹا ہے لیکن ہم نہیں ٹوٹے ہیں۔ ہیگلے پارک میں نماز جمعہ سے قبل وزیر اعظم نیوزی لینڈ جیسنڈا آرڈرن نے حضور پاک ﷺ کی حدیث مبارک پڑھ کر سناتے ہوئے خطاب کا آغاز کیا۔ حضور (ﷺ) نے فرمایا جو ایمان رکھتے ہیں، ان میں باہمی رحم دلی۔ ہمدردی اور احساس ایک جسم کی مانند ہوتا ہے، اگر جسم کے کسی ایک حصے کو کبھی تکلیف ہوتی ہے تو سارا جسم درد محسوس کرتا ہے۔ وزیر اعظم نے حدیث پڑھنے کے بعد مسلمانوں سے یکجہتی کا اظہار کرتے ہوئے کہا کہ نیوزی لینڈ آپ کے ساتھ ہر دکھ میں شریک ہے۔ ہم سب ایک ہیں۔ اس تقریب سے قبل نیوزی لینڈ کے سرکاری ریڈیو پر اذان جمعہ اور خطبہ براہ راست نشر کیے گئے۔ نیوزی لینڈ کے علاوہ دنیا کے بیشتر ممالک میں بھی جمعہ کے دن خصوصی یادگاری تقریبات کا اہتمام کیا گیا۔ نیوزی لینڈ میں ہوئی دہشت گردی کی اس کارروائی کے بعد وزیر اعظم جیسنڈا آرڈرن کے رول کو عالمی سطح پر سراہا جا رہا ہے۔ انہوں نے واضح کیا ہے کہ ملک میں مسلم برادری کے خلاف حملے یا نفرت انگیزی ملک کو تقسیم نہیں کر سکتی ہے۔ ان کی حکومت نے گن کنٹرول قانون کو سخت بنانے کی خاطر ٹھوس اقدامات بھی کیے ہیں۔ جیسنڈا آرڈرن نے کہا ہے کہ نیم خودکار اور فوجی طرز کی گنوں پر مکمل طور پر پابندی عائد کر دی گئی ہے۔

بدترین دہشت گردی کا شکار مسلمانوں کے ساتھ اظہار یکجہتی کے لیے ہزاروں غیر مسلم خواتین نے اپنے سروں کو اسکارف سے ڈھانپ رکھا تھا۔ ہیگلے پارک میں ہونے والے اجتماع میں وزیر اعظم آرڈرن سمیت بیشتر غیر مسلم سانحے پر سوگ کے اظہار میں سیاہ لباس زیب تن کیے ہوئے تھے جب کہ وزیر اعظم نے اسکارف بھی پہن رکھا تھا۔ پارک میں تعینات خواتین پولیس اہلکاروں نے بھی اسکارف پہن رکھے تھے اور اپنے یونیفارم پر سرخ گلاب لگا رکھے تھے۔ ہیگلے پارک کے علاوہ نیوزی لینڈ بھر میں جمعہ کو عوامی مقامات کے علاوہ دفاتر، اسکولوں اور ریستورانوں میں بھی تعزیتی اجتماعات منعقد ہوئے اور لوگوں نے سانحے سے متاثرہ افراد کو خراج عقیدت پیش کرنے کے لیے دو منٹ کی خاموشی اختیار کی۔

نیوزی لینڈ کی وزیر اعظم جیسنڈا آرڈرن کو سوشل میڈیا پر جان سے مارنے کی دھمکیاں ملنے کے بعد پولیس واقعے کی تحقیقات کر رہی ہے۔ نیوزی لینڈ ہیرالڈ کی رپورٹ کے مطابق وزیر اعظم کو ٹوئٹر پر ایک بندوق کی تصویر بھیجی گئی جس کے ساتھ یہ کیپشن درج تھا کہ "اس کے بعد آپ کی باری ہے" دھمکی دینے والے شخص کے ٹوئٹر اکاؤنٹ معطل ہونے سے ۴۸ گھنٹے قبل اس تصویر کو پوسٹ کیا گیا تھا۔

ہم الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کی جانب سے پچاس مسلمانوں کے جاں بحق ہونے پر ان کے وارثین سے انتہائی دردمندی کے ساتھ تعزیت پیش کرتے ہیں۔ شہدا میں کرناٹک کے ایک عالم دین جامعہ منظرِ اسلام بریلی شریف کے فاضل بھی تھے، جنھیں امام و خطیب نے نماز جمعہ میں خطاب کے لیے مدعو کیا تھا۔ ساتھ ہی لگ بھگ پچاس زخمیوں کی صحت یابی کے لیے دعا کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنے خصوصی فضل و کرم سے شاد کام فرمائے۔ بڑی ناسپاسی ہوگی اگر ہم نیوزی لینڈ کی صدر جیسنڈا آرڈرن کو ان کی انسانی خدمات اور مسلمانوں کی غم گساری کے لیے تبریکات پیش نہ کریں۔ آج دنیا بھر کے انصاف پسند لوگ ان کی انسانی خدمات پر مبارک بادیاں پیش کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل دنیا بھر کے مسلمانوں کو اپنے حفظ و امان میں رکھے۔ آمین۔ ☆☆☆☆

سلطان الاولیا حضرت احمد کبیر رفاعی

حیات وتعلیمات

مولانا محمد ناصر منیری

چھٹی صدی ہجری میں جن بزرگان دین نے اپنی ذات بابرکات سے ایک عالم کو فیض پہنچایا، اور بندگانِ خدا کی رہ بری و رہ نمائی کی، اُن میں ایک بڑا نام سلطان الاولیا حضرت احمد کبیر رفاعی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ہے۔ آپ کی پوری زندگی خلقِ خدا کی خدمت کرنے اور مخلوق کو ہر طریقے سے فیض وفائدہ پہنچانے میں گذری ہے۔ سیرت و کردار میں آپ اپنے جدامجد سرکارِ دوعالم ﷺ کے کامل نمونہ تھے۔ سنت وشریعت کی اسی پیروی نے آپ کو اپنے زمانے ہی میں شہرت وعظمت کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز کردیا تھا۔ مؤرخین نے آپ کی شخصیت پر بہت کچھ لکھا ہے، اور اَربابِ فکر وقلم نے آپ کے فضائل ومناقب بڑی شرح وبسط کے ساتھ بیان کیے ہیں۔

مجدد وقت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ:

”آپ معرفت الٰہی میں پائیدار پہاڑ کی مانند تھے، عظیم ترین سردار تھے، بہت بڑے ولی اور سنتوں کا ٹھاٹھیں مارتا ہوا بحر بے کنار تھے۔ آپ اولیاء اللہ اور گروہِ صوفیہ کے ایسے مستند سردار تھے جن کی ذات پر طریقت کا خاتمہ ہوتا ہے، جن کی عظمت پر علما واولیا کا اجماع واقع ہے۔ آپ کے تمام معاصر اولیا نے آپ کی سربراہی اور تقدم کا اعتراف کیا ہے۔ آپ کے زمانے کے اکابر مشائخ نے آپ کے پرچم رشد وہدایت کے نیچے راہ سلوک طے کیا ہے۔ آپ نبی کریم ﷺ کی سنت پر پختگی کے ساتھ کاربند اور ان کی اتباع میں خوب راسخ قدم تھے۔“(۱)

غوث اعظم حضرت عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ کے نزدیک:

”آپ کا اخلاق سرتاپا شریعت اور قرآن وسنت کے عین مطابق تھا، آپ کا دل اللہ رب العزت کے ساتھ مشغول تھا اور آپ نے رضاے رب الانام کی خاطر کائنات کو چھوڑ کر خالق کائنات کو پالیا تھا۔“(۲)

شیخ کبیر حضرت ابراہیم ہوازنی رحمہ اللہ کے بقول:

”آپ کے جسم کا ہر بال ایک آنکھ بن چکا تھا، جس کے ذریعے وہ دائیں بائیں، مشرق ومغرب ہر سمت دیکھ لیتے تھے۔“(۳)

اعلیٰ حضرت محدث بریلوی رحمہ اللہ کے مطابق:

”آپ کا شمار ان چار اقطاب میں ہوتا ہے، جو تمام اقطاب میں اعلیٰ وممتاز گنے جاتے ہیں، حضرت غوث اعظم، حضرت احمد کبیر رفاعی، حضرت احمد کبیر بدوی اور حضرت ابراہیم دسوقی رحمہم اللہ تعالیٰ۔“(۴)

علامہ تادمانی رحمہ اللہ کے بقول:

”ممالک اسلامیہ میں کوئی جگہ ایسی نہیں تھی کہ جہاں آپ کی خانقاہ نہ ہو۔“(۵)

ذیل میں آپ کی حیات وتعلیمات کے درخشاں پہلوؤں پر روشنی ڈالی جارہی ہے۔

نام ونسب:

آپ کا مبارک نام احمد، کنیت ابوعباس اور لقب محی الدین ہے۔ جدامجد حضرت حسن اصغر ہاشمی مکی معروف بہ رفاعہ رحمہ اللہ کی مناسبت سے رفاعی کہلاتے ہیں۔ والدماجد کی جانب سے آپ کا سلسلۂ نسب حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک اور والدہ ماجدہ کے طریق سے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ تک پہنچتا ہے۔ بلند درجات اور اعلیٰ مقام پر فائز ہونے کی وجہ سے معتقدین کے نزدیک سلطان الاولیاء اور شیخ کبیر سے مشہور ومعروف ہیں، جب کہ مسلکاً شافعی المذہب ہیں۔ آپ کا پدری شجرۂ نسب یہ ہے:

حضرت سید احمد کبیر، بن سید علی، بن سید حسن رفاعی مکی الاشبیلی، بن سید احمد اکبر صالح، بن سید موسی ثانی، بن سید ابراہیم مرتضی، بن امام موسی کاظم، بن امام جعفر صادق، بن امام محمد باقر، بن امام زین العابدین، بن امام حسین، بن امیر المؤمنین سیدنا علی کرم اللہ وجہہ و رضی اللہ عنہم اجمعین۔(۶)

آپ کے متعلق دائرۃ المعارف نے یوں لکھا ہے:

"Al-Rifa`i (1118–1182, full name Ahmad ibn `Ali ar-Rifa`i was the founder of the Rifa`i

Sufi order."[7]

ترجمہ: (امام) رفاعی (م:۱۱۱۸ء-ف:۱۱۸۲ء) کا پورا نام احمد ابن علی رفاعی ہے، آپ سلسلہ رفاعیہ کے بانی ہیں۔

ولادت باسعادت:

آپ کی پیدائش ۱۵؍رجب المرجب ۵۱۲ھ بمطابق یکم نومبر ۱۱۱۸ء کو بروز جمعرات، عباسی خلیفہ مسترشد باللہ کے زمانہ خلافت میں مقام اُم عبیدہ کے حسن نامی ایک قصبے میں ہوئی۔ اُم عبیدہ علاقہ بطائح میں واسط وبصرہ کے درمیان واقع ہے۔[8]

ولادت کے تعلق سے دائرۃ المعارف میں یوں مذکور ہے:

"Shaikh Ahmed er-Rifai was born in Hasen Region of Wasit, Iraq, during the first half of Recep of lunar months."[9]

ترجمہ: حضرت احمد رفاعی عراق کے شہر واسط کے قصبہ حسن میں ماہ رجب کے نصف اول میں تولد ہوئے۔

تعلیم وتربیت:

سات سال کی صغرسنی میں ہی آپ کے والد ماجد کا سایہ سر سے اُٹھ جانے کی وجہ سے آپ کے ماموں حضرت منصور بطائحی رحمہ اللہ کی آغوشِ تربیت میں آپ کی نشوو نما ہوئی، جہاں آپ کو زیورِ تعلیم و تربیت سے آراستہ ہونے کا بہترین موقع ملا۔ پھر آپ کی تعلیم وتربیت کے اُمور حضرت ابوالفضل واسطی رحمہ اللہ کے سپرد ہو گئے، جن کی کامل سرپرستی میں آپ کو جہانِ فقہ وتصوف کی سیر کی سعادت نصیب ہوئی، اور ان کے پاس سے آپ کندن بن کر نکلے۔ آپ نے قرآن کریم حفظ کرنے کی سعادت حضرت عبدالسمیع حربونی کی بارگاہ سے حاصل کی۔ پھر جب تربیت وتعلیم کے اُمور حضرت ابوالفضل واسطی رحمہ اللہ کے حوالے ہوگئے، اس وقت آپ نے عقلی ونقلی علوم میں ماہرانہ کمال پیدا کیا، اورفضل وکمال کی ہر شاخ پر اپنا آشیانہ بنایا۔ آپ کی عمر کی بیس سال تھی کہ اُستاذ ومرشد حضرت واسطی نے جملہ علوم شریعت وطریقت کی اجازتِ عام عطا فرمادی، اور ساتھ ہی خرقہ پوشی کر کے خلعتِ خلافت سے بھی نواز دیا۔ تاہم آپ نے تحصیل علم کے تسلسل کو برقرار رکھا، اور پوری ذمہ داری و مستعدی کے ساتھ حضرت ابوبکر واسطی کے حلقہ دروس سے خود کو وابستہ رکھا، اور علم شریعت سے پورے طور سے آسودہ ہو کر وہاں سے اُٹھے۔ نیز فقہ کے غوامض ودقائق کی تحصیل اپنے ماموں حضرت منصور بطائحی کے ہاتھوں مکمل کر کے اُن سے اجازت وصول کی۔ آپ کے مشفق و مہربان اساتذۂ کرام میں حضرت منصور بطائحی، حضرت عبدالسمیع حربونی، حضرت ابوالفضل واسطی، حضرت ابوالفتح محمد بن عبدالباقی، حضرت محمد بن عبدالسمیع ہاشمی، حضرت ابوبکر واسطی اور عارف باللہ حضرت الملک بن حسین حربونی وغیرہ کے نام خاص طور سے قابل ذکر ہیں۔[10]

آپ کی تعلیم وتربیت کے متعلق دائرۃ المعارف یوں رقم طراز ہے:

"He learnt Quran from Shaikh Abd üs-Semi el-Hurbuni in Hasen, his birthplace. He committed to memorizing the whole of the Quran at the age of seven. During the same year after the death of his father, his uncle Mansur el-Betaihi transferred him and his family to Dikla region. There, his uncle send him to Ebul Fadl Ali el-Vasiti who was an expert in the canon law of Islam, a commentator on the Quran and a preacher.

On the other hand, when he was attending dhikr meetings of his uncle Shaikh Mansur er-Rabbani, he was also attending the courses of his other uncle Shaikh Ebubekir who was a major scientific figure at the time. He memorized the book "Tenbih" concerning Fikh (Muslim canonical jurisprudence) of Imam Shafi which belongs to Imam Ebu Ishak Sirazi. He also wrote an explanation about such book (this explanation was lost during the Mongul invasions however)."[11]

ترجمہ: آپ نے قرآن کریم کی تعلیم اپنے وطن "حسن" میں ہی حضرت عبدالسمیع حربونی سے حاصل کی۔ سات سال کی عمر میں آپ کو مکمل قرآن مجید حفظ کرا دیا گیا۔ اسی دوران آپ کے والد کے انتقال کے بعد آپ کے ماموں جان (حضرت) منصور بطائحی نے آپ کو آپ کے کنبے کے ساتھ موضع دکلا لے آئے۔ وہاں آپ کے ماموں جان نے آپ کو (حضرت) ابوالفضل علی واسطی (رحمہ اللہ) کے پاس بھیجا، جو عظیم فقیہ، مفسر اور داعی تھے۔

دوسری جانب جب آپ اپنے ماموں جان حضرت منصور

ربانی (بطائحی) کی مجلس ذکر میں شرکت رتے تھے، وہیں آپ اپنے دوسرے ماموں حضرت ابو بکر (رحمہ اللہ) کے درس میں بھی شامل ہوتے تھے، جو اپنے وقت کے عظیم علمی شخصیت تھے۔ آپ نے فقہ شافعی پر مشتمل امام شیرازی کی کتاب "تنبیہ" کو یاد کر لیا تھا نیز آپ نے اس کی ایک شرح بھی لکھی تھی (یہ شرح بغداد میں تاتاری حملے کے دوران ضایع ہوگئی)

بیعت وخلافت:

جس وقت آپ کے ماموں جان حضرت منصور بطائحی کو اپنے وصال کا اندازہ ہوا تو انھوں نے آپ کو بلوا کر شیخ الشیوخ کی امانت اور اپنے خاص وظائف کی ذمہ داری نبھانے کا عہد لیا، اور آپ کو مسند سجادگی اور منصب ارشاد پر فائز فرمادیا۔ امام رفاعی نے اس قدر تحصیل علم کیا کہ آپ بیک وقت عالم و فقیہ بھی تھے، قاری و مجود بھی، مفسر و محدث بھی تھے اور دین کی اعلیٰ قدروں کی نشر و اشاعت کرنے والے عظیم مجاہد بھی۔ فقہ میں آپ امام شافعی کے مذہب کے مقلد تھے۔ (۱۲)

اجازت وخلافت کے تعلق سے دائرۃ المعارف میں یوں مذکور ہے:

"When he was twenty, Ebu Fadl Ali, the Sheikh of Wasit province and his teacher, awarded him a "Sehadetname" (which represented writings of evidences including canonical law and order of dervish sciences), and a nickname that was the father of external and interior sciences, and also dressed him in his own dervish's cloak." (۱۳)

ترجمہ: جب آپ بیس سال کے تھے تو آپ کے استاذ اور شہر باسط کے شیخ (حضرت) ابوالفضل علی (واسطی رحمہ اللہ) نے آپ کو اجازت نامہ عطا فرمایا (جس میں علوم فقہ و تصوف کی اجازت و شہادت مرقوم تھی) اور آپ کو "ماہر علوم عقلیہ و نقلیہ" کا خطاب دیا۔ نیز آپ کو درویشانہ لباس (خرقۂ خلافت) بھی پہنایا۔

کردار وسیرت:

سیرت و کردار میں آپ اپنے جد امجد سرکار دوعالم ﷺ کے کامل نمونہ تھے۔ سنت و شریعت کی اسی پیروی نے آپ کو اپنے زمانے ہی میں شہرت و عظمت کی اعلیٰ بلندیوں پر فائز کر دیا تھا۔ مؤرخین نے آپ کی شخصیت پر بہت کچھ لکھا ہے۔ اور ارباب فکر و قلم نے آپ کے فضائل و مناقب بڑے عمدہ پیرایے میں بیان کیے ہیں۔

امام شعرانی لکھتے ہیں کہ آپ اِس قدر نرم دل اور نیک خو تھے کہ انسان تو انسان، چرند و پرند سے بھی بے پناہ محبت فرماتے اور اُس کے آرام کا ہر ممکن خیال فرمایا کرتے تھے۔ جو شخص بھی ملتا اُسے پہلے سلام کرتے، یہاں تک کہ جانوروں کو بھی دیکھتے تو فرماتے کہ تمھاری صبح اچھی ہو۔ اس تعلق سے دریافت کیا جاتا تو فرماتے کہ میں اپنے نفس کو اچھے کاموں کا عادی بناتا ہوں۔ جب آپ کے جسم پر مچھر بیٹھ جاتا تو اُسے نہ خود اڑاتے نہ کسی کو اُڑانے دیتے اور فرماتے کہ اُسے خون پینے دو، جتنا کہ اللہ رب العزت نے اس کی قسمت میں لکھا ہے۔ جب دھوپ میں چل رہے ہوتے اور ٹڈی آپ کے کپڑے پر بیٹھ جاتی تو اُس وقت تک سایہ دار جگہ پر ٹھہرے رہتے جب تک کہ ٹڈی سایہ میں بیٹھ نہ جاتی۔ جب کبھی بلی آپ کی آستین پر سوجاتی اور نماز کا وقت ہوجاتا تو نیچے سے آستین کاٹ دیتے لیکن بلی کو نہ جگاتے، اور جب نماز سے واپس آتے تو آستین کو اُس کے دوسرے حصے کے ساتھ سی لیتے۔ ایک بار کا ذکر ہے کہ آپ نے ایک خارش زدہ کتے کو دیکھا جسے لوگوں نے گاؤں سے باہر نکال دیا تھا۔ آپ اُس کتے کے ساتھ جنگل چلے گئے۔ اُسے تیل لگاتے رہے اور اُسے کھلاتے پلاتے اور کپڑوں کی مدد سے اُس کی خارش کو بھی کھرچتے رہے۔ پھر جب اُس کی خارش ٹھیک ہوگئی تو گرم پانی سے اس کو نہلایا اور اُس کی پوری نگہ داشت کی۔ (۱۴)

خوش اخلاقی کا درس دیتے ہوئے آپ فرمایا کرتے تھے:

"ما رايت أقرب ولا أسهل طريقاً إلى الله من الذل والافتقار والانكسار بتعظيم أمر الله والشفقة على خلق الله والاقتداء بسنة رسول الله صلى الله عليه و آله وسلم." (۱۵)

خدمت خلق کا عنصر آپ کی حیات طیبہ میں بہت غالب نظر آتا ہے۔ اگر کسی بیمار کا سن لیتے تو وہ خواہ کتنی ہی دور کیوں نہ سکونت پذیر ہو، اس کی عیادت کے لیے ضرور جاتے تھے۔ اور (بعدِ مسافت کے باعث) ایک دو دن کے بعد اُدھر سے لوٹتے تھے۔ نیز عالم یہ تھا کہ راستے میں جا کر اندھوں کی آمد کا انتظار کرتے کہ ان کا ہاتھ پکڑ کر انھیں منزل تک پہنچائیں۔ جب بھی کوئی بزرگ دیکھتے، انھیں علاقے تک پہنچا آتے، اور اہل علاقہ کو نصیحت فرماتے کہ لوگو! میرے حضور رحمت عالم ﷺ کا فرمانِ عظمت نشان ہے:

من أكرم ذا شيبة يعني مسلماً سخر الله له من يكرمه عند شيبته.[۱۶]

یعنی جس نے کسی بوڑھے مسلمان کی خدمت و تکریم کی۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ اس کے اپنے بڑھاپے میں کسی کو اُس کا سہارا اور خدمتی بنادے گا۔

ایک مرتبہ اپنے سلسلے کا نشانِ امتیاز بیان کرتے ہوئے فرمایا:

طريقنا طريق نقي وإخلاص فمن أدخل في عمله الرياء والفجور فقد بعد عنا وخرج منا.[۱۷]

یعنی ہمارا طریقہ مبنی بر اِخلاص، اور بالکل صاف و شفاف ہے، لہٰذا یاد رہے کہ جس کے عمل سے ریا و نمود اور فسق وفجور کی بو آنے لگے، پھر اس کا ہم سے کوئی تعلق نہیں ہے، اور اس کا قدم ہمارے دائرہ طریق سے باہر نکل چکا ہے۔

طريقي دين بلا بدعة، وهمة بلا كسل، وعمل بلا رياء، وقلب بلا شغل، ونفس بلا شهوة. (۱۸)

یعنی میرا طریقہ یہ ہے کہ دین میں بدعت کی آمیزش نہ ہو۔ ہمت سستی پر غالب ہو۔ عمل ریا سے پاک ہو۔ (یادِ محبوب میں محویت کے باعث) قلب دیگر مشغولیات سے آزاد ہو۔ اور نفس شہوت کے بکھیڑوں سے دور ہو۔

آپ کی سخاوت کا عالم یہ تھا کہ حضرت شیخ عبدالصمد حَربونی جو کہ رُواق شہر میں اوقافِ احمدی کے ذمہ دار تھے وہ فرماتے ہیں کہ ۵۶۷ھ میں حضرت امام احمد رفاعی کے کھیت اور آپ کے رواق میں موجود اوقاف سے سات لاکھ دیوانی چاندی کے درہم اور بیس ہزار سونے کے ٹکڑے حاصل ہوئے اور اسی سال آپ کے لیے مختلف شہروں سے اسّی ہزار چادریں، پچاس ہزار تمشکۃ (رومال وغیرہ) بیس ہزار عجمی اونی کمبل، بتیس ہزار کاٹن کے عمامے اور گیارہ ہزار سونے کے دوافقی ٹکڑے آئے اور سات لاکھ ہندی چادریں آئیں اور اسی دن آپ نے رواق کی نہر کے کنارے اپنے کپڑوں کو دھویا اور اپنی ستر پوشی اپنے رومال سے فرمائی اور رواق میں آپ کی الماری میں ایک بھی درہم نہ تھا جو کچھ آپ کو حاصل ہوا تھا وہ سب آپ نے کمزوروں پر صدقہ کر دیا، یا مستحقین، سائلین اور فقراء و مساکین کو دے دیا۔[۱۹]

آپ دوسروں کی خیر خواہی کا کوئی موقع بھی نہیں گنواتے تھے، بلکہ بڑے انوکھے انداز میں ہر ایک خیر خواہی فرماتے تھے۔ مثال کے طور پر جب اُنھیں پتا چلتا کہ فقرا میں کوئی اپنی لغزش کی بنیاد پر پٹائی کھانے والا ہے تو اُس سے اُس کے کپڑے بطور عاریت لیتے اور اُسے پہن اُس کی جگہ پر سو رہتے، اور اِس طرح فقرا اُن کی پٹائی کر دیتے۔ جب پٹائی ہو جاتی اور فقرا کا غصہ سرد پڑ جاتا تو اپنا چہرہ کھول دیتے، حالاں کہ اُن پر غشی طاری ہو جاتی لیکن اُن سے فرماتے کہ تمھارا بھلا ہو کہ تم لوگوں نے مجھے اجر و ثواب کمانے کا موقع دیا۔ فقرا ایک دوسرے سے کہتے کہ یہ اخلاق سیکھو۔[۲۰]

آپ کے اخلاق و کردار بیان کرتے ہوئے دائرۃ المعارف نے یوں لکھا ہے:

Ahmad Rifai's talks, his moves, his behaviors and his every breath were for Allah. He had got always a smiling face and he was modest, good-tempered, enduring suffering, very patient. He didn't become cross with anyone and didn't want any help for his own personality. On the contrary, he loves for Allah, and anger for Allah. He doesn't rebuke somebody who behave that he doesn't like. He doesn't see his family and himself superior to other people. Even he said about this subject that; "According to our opinion for Allah, everybody is equal to each other, it doesn't matter they are close relative or unknown people for us."[۲۱]

ترجمہ: (امام) احمد رفاعی (رحمہ اللہ) کے اقوال، افعال، کردار اور ہر ہر سانس اللہ کے لیے تھی۔ آپ سدا متبسم رہتے، آپ انتہائی باحیا، خوش باش، مصیبت میں مستقل مزاج اور انتہائی صابر تھے۔ آپ نے کبھی کسی کی حق تلفی نہیں کی۔ آپ نے کبھی اپنا مفاد نہیں چاہا۔ بلکہ، آپ کسی سے محبت کرتے تو اللہ کے لیے اور کسی سے ناراض ہوتے تو بھی اللہ کے لیے۔ آپ کبھی بھی کسی کی ناشائستہ حرکت پر ملامت نہیں کرتے۔ آپ اپنی ذات یا خاندان کو کسی سے اعلیٰ نہیں سمجھتے۔ یہاں تک کہ اس کے بارے میں آپ نے خود فرمایا: ”میرے نظریے کے مطابق اللہ کے یہاں ہر شخص باہم مساوی ہے، اس سے قطع نظر کہ وہ

ہمارے قریبی رشتے دار ہوں یا نامعلوم افراد۔"

مجاہدہ و ریاضت:

آپ کی عبادت و ریاضت کی کیفیت بیان کرتے ہوئے صاحب طبقاتِ صوفیہ علامہ مناوی لکھتے ہیں کہ آپ روزانہ چار سو رکعات نوافل پڑھا کرتے جن میں ایک ہزار مرتبہ سورۃُ الاخلاص پڑھتے نیز روزانہ دو ہزار مرتبہ استغفار بھی کرتے۔ (۲۲)

آپ کی ریاضت و مجاہدہ، پرہیزگاری و تقوی شعاری اور قناعت کا عالم یہ تھا کہ کبھی اپنے پاس دو قمیصیں نہ رکھتے، جب قمیص دھونی ہوتی تو دریا میں اتر کر اس کا میل کچیل دور کرتے اور دھوپ میں کھڑے ہو کر اسے خشک کر لیتے، دو تین دن بعد ہی کوئی ایک آدھ لقمہ کھاتے البتہ اگر کوئی مہمان آجاتا تو مریدوں کے گھر سے اس کے کھانے کا بندوبست کر دیتے۔ (۲۳)

امام شعرانی اپنی معروف کتاب طبقات کبریٰ میں تحریر فرماتے ہیں کہ صوفیہ کرام کے احوال کی شرح اور اُن کے منازل کی مشکلات حل کرنے کی سرداری شیخ کبیر پر ختم ہے، اور علاقہ بطائح میں تربیت مریدین کا عمل ان کی وجہ سے پروان چڑھا، نیز بے شمار مخلوق نے ان سے تزکیہ و تصفیہ کا نور پایا۔ (۲۴)

آپ کی قناعت و شکر کا یہ حال تھا کہ کبھی اپنے پاس دو قمیصیں نہ رکھتے تھے۔ جب قمیص دھونے کی ضرورت پیش آتی تو دریا میں خود ہی اُتر جاتے، قمیص کا میل کچیل بھی خود ہی صاف کرتے، یہاں تک کہ دھوپ میں کھڑے ہو کر اُسے خود ہی سکھاتے بھی تھے اور اُس وقت تک دھوپ میں کھڑے رہتے تھے جب تک کہ قمیص خشک نہیں ہو جاتی۔ کھانے کا معاملہ ایسا تھا کہ دو تین بعد ایک آدھ لقمہ کھاتے، البتہ! اگر کوئی مہمان آجاتا تو اُس کے کھانے پینے کا ضرور انتظام فرماتے۔ اُن کے اندر خدمت خلق کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔ یہاں تک کہ وہ خود جنگل جاتے، لکڑیاں جمع کرتے، اُسے خود اُٹھا کر لاتے اور بیوگان و مساکین اور غربا کے گھروں میں پہنچاتے، بلکہ اُن گھروں میں پانی بھی خود بھر دیتے تھے۔ (۲۵)

رشد و ہدایت:

آپ نے جس شہر میں شریعت و طریقت اور معرفت کی تعلیم حاصل کی اُسی شہر واسط میں درس و تدریس، وعظ و نصیحت اور رشد و ہدایت کا سلسلہ بھی شروع کیا۔ خداداد صلاحیت، لیاقت و قابلیت، ذہانت و فطانت اور انتہائی ذکاوت کی وجہ سے جب آپ کی علمی شہرت چاروں طرف پھیل گئی، تو طالبانِ علوم اپنی تشنگی بجھانے کے لیے شہر واسط کا رُخ کرنے لگے اور اِس کے علاوہ عظیم علما و فضلا بھی اُن کی درس بافیض سے فیض یاب ہونے کی خاطر اُن کی خدمت میں پہنچتے اور اُن کے سامنے زانو لیے تلمذ طے کرتے۔

جناب طیب قاسم رشید عمرانی کے مطابق

شیخ کبیر کے درس و تدریس کا معمول یہ تھا کہ روزانہ صبح و شام حدیث، فقہ، تفسیر اور عقائد کا درس دیتے، جس میں کثرت سے طلبا شریک ہوتے تھے۔ ان میں علما و فضلا اور اپنے عہد کے مشائخ کبار بھی شامل تھے۔ (۲۶)

تصنیفات و تالیفات:

آپ نے شریعت و طریقت کے بیش تر موضوعات پر درجنوں کتابیں یادگار چھوڑیں۔ توحید و تصوف اور اخلاقِ حمیدہ پر مشتمل بہت سی مفید و گراں قدر کتابوں کا نام آپ کے تذکروں میں ملتا ہے۔ حاجی خلیفہ نے اپنی کتاب کشف الظنون میں بعض کا ذکر کیا ہے، جب کہ کچھ کا ذکر سید محمد ابوالہدیٰ الصیادی کی تصنیف میں ملتا ہے۔ آپ کی چند کتابوں کے نام یہاں پیش کیے جا رہے ہیں، ان میں سے اول الذکر چار کتابیں دست یاب ہیں۔ باقی کتابیں یورشِ تاتار کی نذر ہو گئیں۔

آپ سے منسوب چند کتابوں کے نام یہ ہیں:

○البرهان المؤيد ○ السر المصون ○ راتب الرفاعي○ حالة أهل الحقيقة مع الله ○ الحكم الرفاعية ○ الأحـزاب الـرفاعية○ النـظام الخـاص لأهل الاختصاص ○ الصـراط المسـتقيم فى تفسير معانى بسم الله الرحمٰن الرحيم ○الرؤية ○الطريق إلى الله ○العقائد الرفاعية○المجالس الأحمدية ○ تفسير سورة القدر○ الأربعين ○ شرح التنبيه○ رحيق الكوثر ○البهجة فى الفقه. (۲۷)

ولایت و کرامت:

انسانی عقل کے خلاف کوئی بات کسی ولی سے پیش آئے تو اسے کرامت کہتے ہیں۔ دوسرے بزرگوں کی طرح حضرت امام رفاعی رحمہ اللہ سے بھی باذن ربی بے شمار کرامتیں ظہور پذیر ہوئیں۔ آپ کے تذکرہ نگاروں نے رواتِ ثقات کے حوالے سے آپ کے بے شمار

خوارق عادات واقعات اپنی اپنی کتابوں میں درج کیے ہیں۔ ان میں سے چند کرامتیں یہاں پیش کی جا رہی ہیں۔

(۱) دستِ رسول ﷺ کا بوسہ: آپ کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ آپ نے جیتے جاگتے ہوش و حواس کے ساتھ رسول پاک ﷺ کی نہ صرف زیارت کی بلکہ آپ کے دست مبارک کا بوسہ بھی لیا۔ واقعہ یوں ہے کہ ۵۵۵ھ میں حج بیت اللہ سے مشرف ہونے کے بعد جب مدینہ طیبہ پہنچے اور رسول پاک ﷺ کے روضۂ انور پر حاضر ہو کر بلند آواز سے عرض کی: السلام علیکم یا جدی! فوراً روضۂ مبارک سے آواز آئی: وعلیکم السلام یا ولدی! آواز مبارک سنتے ہی آپ پر وجد طاری ہو گیا۔ اور آپ نے اشعار کی صورت میں یوں عرض کی:

"یا رسول اللہ! ﷺ جب میں دور تھا تو اپنی روح کو آپ کی بارگاہ میں بھیجا کرتا تھا جو میری قایم مقام ہو کر آپ کے مبارک آستانے کو چوما کرتی تھی۔ لیکن اب تو میں جسم کے ساتھ حاضر ہوں لہٰذا اپنا دست مبارک عطا فرمائیں تاکہ میں دست بوسی سے شرف یاب ہو سکوں۔"

آپ کی اس عرض پر رسول پاک ﷺ نے اپنی قبر انور سے اپنا دست مبارک باہر نکالا جسے امام رفاعی نے چومنے کی سعادت حاصل کی۔ اس واقعے کو مجدد وقت امام جلال الدین سیوطی رحمہ اللہ نے اپنی سند کے ساتھ تین طرق سے بیان کیا ہے۔ اس موضوع پہ آپ نے ایک رسالہ بھی تحریر فرمایا ہے، جس کا نام ہے: الشرف المحتم فيما من الله به على وليه السيد أحمد الرفاعي من تقبيل يد النبي -صلى الله عليه وسلم.

اس رسالے میں آپ نے اس موضوع پر بڑی تفصیلی گفتگو کی ہے:

فقد وقع السؤال عن مد يد النبي - صلى الله عليه وسلم - من قبره الشريف إلى الولي الكبير الإمام الشهير مولانا السيد أحمد بن الرفاعي رضي الله تعالى عنه.بل هو ممكن أم لا؟وبل أسانيد بذه الرواية المشهورة عاليه صحيحة؟ والجواب عن بذا السؤال المذكور حررته بهذا الكتاب وسميته الشرف المحتم فيما منّ الله به على وليه السيد أحمد الرفاعي رضي الله تعالى عنه من تقبيل يد النبي صلى الله عليه وسلم وأول ما أقول أن حياة النبي - صلى الله عليه وسلم - هو وسائر الأنبياء معلومة عندنا قطعياً لما قام عندنا من الأدلة في ذلك وقام بذلك البربان وصحت الروايات وتواترت الأخبار. وقد كتبت في حياة الأنبياء كتاباً مخصوصاً وبسطت فيه الأدلة والأخبار وبا أنا أذكر لك بعضها. (۲۸)

"ولی کبیر و امام شہیر حضرت سید احمد ابن رفاعی رضی اللہ عنہ کے لیے نبی کریم ﷺ کا اپنی قبر شریف سے دست مبارک کو باہر نکالنے کے بارے میں سوال ہوا ہے کہ آیا وہ واقعہ ممکن ہے یا نہیں؟ اور کیا اس مشہور روایت کی سندیں عالی و صحیح ہیں یا نہیں؟ میں نے اسی سوال کے جواب میں یہ رسالہ تحریر کیا ہے اور اس کا نام رکھا ہے: "الشرف المحتم فیما من اللہ بہ علی ولیہ السید احمد الرفاعی رضی اللہ عنہ من تقبیل ید النبی صلی اللہ علیہ وسلم" سب سے پہلے جو کہنا چاہتا ہوں وہ یہ ہے کہ ہمارے نزدیک نبی کریم ﷺ کی حیات اور تمام دوسرے انبیا کی حیات قطعی و یقینی ہے اور اس یقین کے لیے ہمارے پاس یقینی دلائل و براہین ہیں۔ صحیح روایتیں اور متواتر خبریں ہیں، خود میں نے حیات الانبیاء کے موضوع پر ایک خاص کتاب تصنیف کی ہے جس میں دلائل و اخبار کو تفصیل سے ذکر کیا ہے۔ یہاں میں ان دلائل میں سے چند ایک کا ذکر کرنا چاہوں گا۔"

حیات الانبیاء کے ثبوت میں بہت ساری کتابیں مارکیٹ میں دست یاب ہیں، جن میں قرآن وحدیث کی نصوص سے اس کا ثبوت پیش کیا گیا ہے، اس لیے یہاں اس بحث سے صرفِ نظر کر کے اصل موضوع پر امام سیوطی نے کیا لکھا ہے وہ پیش کیا جا رہا ہے: امام سیوطی اپنی سند کے ساتھ اول طریق سے اس واقعے کو یوں روایت کرتے ہیں:

حدثنا شيخ الإسلام الشيخ كمال الدين إمام الكاملية عن شيخ مشايخنا الإمام العلامة الهمام الشيخ شمس الدين الجزري عن شيخه الإمام الشيخ ز ين الدين المراغي عن شيخ الشيوخ البطل المحدث الواعظ الفقيه المقرئ المفسر الإمام القدوة الحجة الشيخ عز الدين أحمد الفاروثي الواسطي عن أبيه الأستاذ الأصيل العلامة الجليل الشيخ أبي إسحاق إبراهيم الفاروثي عن أبيه إمام الفقهاء والمحدثين وشيخ أكابر الفقهاء والعلماء العاملين الشيخ عز الدين عمر أبي الفرج الفاروثي الواسطي قدست أسرارهم

أجمعين .قال :كنت مع شيخنا ومفزعنا وسيدنا أبي العباس القطب الغوث الجامع الشيخ السيد أحمد الرفاعي الحسيني رضي الله تعالى عنه عام خمس وخمسين وخمسمائة العام الذي قدر الله له فيه الحج فلما وصل مدينة الرسول – ﷺ – وقف تجاه حجرة النبي – ﷺ – وقال على رؤوس الأشهاد :السلام عليك يا جدي فقال له :–عليه الصلاة والسلام– وعليك السلام يا ولدي. سمع ذلك كل من في المسجد النبوي فتواجد سيدنا السيد أحمد وأرعد واصفر لونه وجثى على ركبتيه ثم قام وبكى وأنّ طويلاً وقال يا جداهه..

فی حالة البعد روحی كنت ارسلها
تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولة الاشباح قد حضرت
فامدد يمينك كی تحظى بها شفتی

فمد له رسول الله – ﷺ – يديه الشريفة العطرة من قبره الأزهر المكرم فقبلها في ملأ يقرب من تسعين ألف رجل والناس ينظرون اليد الشريفة وكان في المسجد مع الحجاج الشيخ حياة بن قيس الحراني والشيخ عبد القادر الجيلي المقيم ببغداد والشيخ خميس والشيخ عدي بن مسافر الشامي وغيرهم نفعنا الله تعالى بعلومهم، وشرفنا معهم برؤية اليد المحمدية الزكية. وفي يومها لبس الشيخ حياة بن قبس الحراني خرقة الشيخ السيد أحمد الكبير واندرج في سلك أصحابه.(۲۹)

ہم سے ہمارے شیخ، شیخ الاسلام کمال الدین امام کاملیہ نے روایت کی ہے، انہوں نے ہمارے مشائخ کے شیخ امام علامہ شیخ شمس الدین جزری سے، انہوں نے اپنے شیخ امام زین الدین مراغی سے، انہوں نے شیخ الشیوخ شجاع و محدث وواعظ وفقیہ ومقرر ومفسر، امام و مقتدا و حجت شیخ عزالدین احمد فاروقی سے، انہوں نے اپنے والد استاد اصیل علامہ جلیل شیخ ابو اسحاق فقرآئے ابراہیم فاروقی سے، اور انہوں نے اپنے والد امام فقہاء و محدثین شیخ فقرآئے اکابر وعلمائے عاملین شیخ عزالدین عمر ابوالفرج قدس اللہ سرہم اجمعین سے روایت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ۵۵۵ھ کے حج میں، میں اپنے شیخ وملجا اور اپنے سردار ابو العباس قطب وغوث شیخ سید احمد رفاعی حسینی رضی اللہ عنہ کے ہمراہ تھا۔ اس سال آپ کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے حج کی سعادت حاصل ہوئی تھی، جب حضرت رفاعی مدینہ پہنچے تو نبی کریم ﷺ کے حجرے کے سامنے کھڑے ہوکر لوگوں کی موجودگی میں بلند آواز سے عرض کی:

السلام علیک یا جدی (یعنی اے میرے جد آپ پر سلام ہو)

تو حضور ﷺ نے فرمایا:

وعلیک السلام یا ولدی (اے میرے بیٹے تم پر بھی سلامتی ہو)

اس (جواب) کو مسجد نبوی میں موجود ہر شخص نے سنا اور یہ سن کر سیدنا احمد رفاعی پر جذب طاری ہو گیا۔ آپ تھرا اٹھے، آپ کا رنگ زرد پڑ گیا، گریہ وزاری کرتے ہوئے گھٹنے کے بل کھڑے ہوئے اور دیر تک سسکیاں لیتے رہے پھر عرض کی: اے جد کریم ﷺ!

فی حالة البعد روحی كنت ارسلها
تقبل الارض عنی وهی نائبتی
وهذه دولة الاشباح قد حضرت
فامدد يمينك كی تحظى بها شفتی

اے جد کریم! دوری کی حالت میں اپنی روح وخیال کو بھیجا کرتا تھا جو میری نیابت میں آستاں بوسی کرتے تھے اور آج یہ دور افتادہ خود در دولت پر حاضر ہے لہذا آپ اپنے دست کرم کو دراز فرمائیں تاکہ میرے لب دست بوسی کی سعادت حاصل کر سکیں۔

تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے معطر دست مبارک کو قبر انور شریف سے باہر نکالا، جسے نوے ہزار زائرین کے ہجوم میں امام رفاعی نے چوما، یہ سارے لوگ دست مبارک کو دیکھ رہے تھے، اس وقت مسجد میں حجاج کرام کے درمیان شیخ حیات بن قیس حرانی، شیخ عبدالقادر جیلی (حضرت غوث اعظم مقیم) بغداد، شیخ خمیس اور شیخ عدی بن مسافر شامی وغیرہ بھی موجود تھے۔ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کو ان حضرات کے علوم واسرار سے نفع بخشے، ہم نے بھی ان حضرات کے ساتھ حضور ﷺ کے پاکیزہ دست مبارک کی زیارت کی اور اسی دن شیخ حیات بن قیس حرانی نے سید احمد کبیر رفاعی سے خرقہ خلافت حاصل کیا اور آپ کے مریدین ومسترشدین میں شامل ہوگئے۔

دوسرے طریق سے امام سیوطی نے یہ واقعہ یوں روایت کیا ہے:

ومن طريق آخر : حدثنا الشيخ محمد العلمي عن الشيخ أبي الرجال اليونيني البعلبكي عن الشيخ عبد الله البطائحي القادري عن الشيخ علي بن إدريس اليعقوبي عن شيخه القطب الفرد الشيخ عبد القادر الجيلي ثم البغدادي قال :كنت في محفل الكرامة التي أكرم الله بها الشيخ أحمد الكبير الرفاعي بتقبيل يد النبي - ﷺ - قال اليعقوبي :فقلت أي سيدي أما حسده على هذه الكرامة من حضر من الرجال فبكى رضي الله تعالى عنه ثم قال :يا بن إدريس على هذا يغبطه الملأ الأعلى. (۳۰)

ایک دوسرے طریق سے مجھ سے روایت کیا ہے۔شیخ محمد علی نے ان سے شیخ ابی الرجال یونینی بعلبکی نے،ان سے شیخ عبداللہ بطائحی قادری نے،ان سے شیخ علی بن ادریس یعقوبی نے اور ان سے ان کے شیخ قطب یگانہ وغوث زمانہ شیخ عبدالقادر جیلی بغدادی نے روایت کیا ہے۔فرمایا کہ اس محفل کرامت میں، میں بھی موجود تھا جس میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کی دست بوسی کے ذریعہ شیخ احمد کبیر رفاعی کی کرامت و بزرگی کا اظہار کیا۔یعقوبی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ حضرت جیلانی سے عرض کی:حضور حاضرین کو اس کرامت وبزرگی سے حسد نہیں ہوا تو یہ سوال سن کر حضرت غوث صمدانی رونے لگے اور جواب دیا۔اے ابن ادریس اس پر تو ملاء اعلیٰ (فرشتوں) نے بھی رشک کیا ہے۔

تیسرے طریق سے یہ واقعہ امام سیوطی اس طرح روایت کرتے ہیں:

ومن طريق آخر :حدثنا الإمام القوصي عن الشيخ قطب الدين ناظر الخزانة عن الشيخ ركن الدين السنجاري عن شيخه عدي بن مسافر وعن خادمه الشيخ علي بن موهوب قال كنا في مسجد النبي - ﷺ - عام حججنا وكان الشيخ أحمد بن الرفاعي رضي الله تعالى عنه واقفاً تجاه الحجرة الطاهرة وقد تكلم بكلمات ضبطها عنه جماعة فما أتم كلامه إلا وقد مدت له يد رسول الله - ﷺ - فقبلها ونحن ننظر مع الحاضرين.

قال بن موهوب والله كأني بها وقد خرجت من القبر المبارك يد بيضاء سوية طويلة الأصابع كأنها البرق المضيء وكأني بالحرم وأهله وقد كاد يميد وقد كادت لقوم قيامة الناس بما ألم بهم من الدهش والحيرة والهيبة والسلطان المحمدي وقد قام الرحب وقعد بتكبير الناس وصلاتهم عليه - ﷺ.- ومن المعلوم أن هذه المنقبة المباركة بلغت بين المسلمين مبلغ التواتر وعلت أسانيدها وصحت رواياتها واتفق رواتها وإنكارها من شوائب النفاق معاذ الله. (۳۱)

ایک اور طریق سے، مجھ سے امام قوصی نے بیان کیا ہے۔ان سے شیخ قطب الدین خزانچی نے،ان سے شیخ رکن الدین سنجاری نے، ان سے ان کے شیخ عدی بن مسافر نے اور ان کے خادم شیخ علی بن موہوب نے بیان کیا ہے،دونوں فرماتے ہیں کہ:حج والے سال ہم مسجد نبوی میں تھے تو دیکھا کہ شیخ احمد بن رفاعی رضی اللہ عنہ حجرہ طیبہ کی طرف رخ کرکے کھڑے ہیں اور کچھ عرض کررہے ہیں جسے بہت سے حضرات نے یاد رکھا اور نقل کیا ہے اور جیسے ہی آپ کی گفتگو ختم ہوئی،فوراً اللہ کے رسول ﷺ کا دستِ مبارک قبر شریف سے باہر نکلا اور شیخ رفاعی نے اس کا بوسہ دیا۔ہم جملہ حاضرین کے ساتھ اس (روح پرور اور ایمان افروز) منظر کو دیکھ رہے تھے (شیخ عدی کے خادم) ابن موہوب کہتے ہیں کہ:خدا کی قسم!گویا اب بھی وہ نظارہ میرے سامنے ہے،جب سفید گورا معتدل ہاتھ قبر مبارک سے باہر نکلا جس کی انگلیاں خوب لمبی لمبی تھیں، گویا بجلی چمک رہی ہو،حرم واہل حرم گویا ابھی رقص کناں ہوں۔

لوگ سلطان محمدی اور جلال احمدی سے اس قدر مرعوب و لرزاں وترساں تھے اور (اس معجزۂ گرامی) سے اس طرح حیرت زدہ تھے گویا قیامت آنے والی ہو۔لوگ حیرت ودہشت میں بے قرار و بے اختیار اٹھ بیٹھ رہے تھے۔کبھی اللہ کی تکبیر وبڑھائی بولتے تو کبھی حضور ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیجتے۔یہ بات معروف ہے کہ حضرت رفاعی کی یہ منقبت مسلمانوں کے درمیان درجہ تواتر کو پہنچ چکی ہے۔ اس کی سندیں عالی اور بلند مرتبہ ہیں اور اس کی روایتیں صحیح ہیں۔تمام راویوں کا اس کی صحت و صداقت پر اتفاق ہے، اور اس کا انکار منافقت کی نشانیوں میں سے ہے۔

(۲)**بحر محیط کی سیر:**صاحبِ خزینۃالاصفیاء فرماتے ہیں: سیدالاولیاء حضرت شیخِ کبیر سید احمد کبیر رفاعی علیہ الرحمۃ

اپنے زمانے کے شیخ الوقت اور امام الاولیا تھے۔ بڑے عابد و زاہد، عالم فاضل اور صاحبِ کشف و کرامت تھے۔ آبائی نسبت امام علی بن موسیٰ کاظم سے ہے۔ نسبت خرقہ پانچ واسطوں سے حضرت شیخ شبلی تک منتہی ہے۔ حضرت غوث الاعظم سے بھی فیوض و برکات حاصل کیے ہیں۔

حضرت غوث الثقلین نے ان کی ہمشیر کو اپنی بہن کہا تھا اس لیے آپ انہیں اپنا خواہر زادہ سمجھتے تھے۔ ایک روز شیخ احمد رفاعی کے بھانجے شیخ ابوالحسن اِن کے حجرے کے دروازے میں بیٹھے ہوئے تھے۔ اندر نظر کی تو دیکھا کہ ایک شخص بیٹھا آپ سے باتیں کر رہا ہے۔ حیران رہ گئے کہ یہ کس راستے سے اندر آیا ہے۔ چند ساعت تک وہ شیخ سے ہم کلام رہا۔ جب فارغ ہوا تو جو روزنِ دیوارِ خلوتِ شیخ میں تھا اُس میں سے برق خاطف کی طرح نکل گیا۔ شیخ ابوالحسن کہتے ہیں میں یہ حال دیکھ کر خدمتِ شیخ میں حاضر ہوا اور پوچھا کہ یہ کون شخص تھا۔ فرمایا: "تُو نے اسے دیکھا ہے" کہا ہاں۔ فرمایا: یہ شخص رجال الغیب سے تھا۔ تین روز ہوئے بارگاہِ کبریائی سے مہجور (یعنی معزول) ہو گیا ہے۔ میں نے سبب پوچھا۔ فرمایا: ایک روز جزائر بحرِ محیط میں جہاں یہ مقیم ہے۔ دو تین روز بارش ہوتی رہی اس کے دل میں خیال گزرا کہ کیا ہی اچھا ہوتا اگر یہ بارش آباد زمین پر ہوتی اور خلقِ خدا کو اس سے پُورا نفع ہوتا۔ اپنے خیال کی وجہ سے بارہ گاہِ رب العزت سے مہجور ہو گیا ہے۔ میں نے کہا: آپ نے اسے اس حال سے خبر کیوں نہ دی۔ فرمایا: شرم آئی کہ اس کے سامنے اُس کی معزولی کا حال بیان کروں۔ میں نے کہا: اگر آپ فرمائیں تو اسے اس حال سے مطلع کروں۔ فرمایا: کر سکتا ہے۔ کہا: کیوں نہیں؟ فرمایا: اپنا سر گریبان میں ڈالو۔ میں نے ایسا ہی کیا۔ ایک لمحہ کے بعد آواز آئی۔ اے ابوالحسن! سر اٹھا اور آنکھیں کھول۔ جب سر اٹھایا اور آنکھیں کھولیں تو کیا دیکھتا ہوں کہ میں بحرِ محیط کے جزائر میں سے ایک جزیرے میں ہوں۔ حیران رہ گیا۔ ہمت کر کے اٹھا۔ ابھی تھوڑا ہی راستہ طے کیا تھا کہ ایک جگہ پر اُس مرد کو بیٹھے ہوئے دیکھا پاس گیا۔ سلام کیا اور سارا قصّہ بیان کیا۔ اس نے مجھے قسم دی کہ جس طرح میں کہوں تم نے اسی طرح کرنا ہے۔ میں نے کہا بسر و چشم۔ اس نے کہا: میرا خرقہ میری گردن میں ڈال اور مجھے زمین پر گھسیٹ اور یہ کہ کہ یہ اس شخص کی سزا ہے جو حق تعالیٰ کی حکمت پر اعتراض کرتا ہے۔ پس میں نے اس کا خرقہ اس کی گردن میں ڈالا اور زمین پر گھسیٹنا ہی چاہتا تھا کہ ندا آئے غیب آئی: اے ابوالحسن اسے چھوڑ دے۔ ملائکہ زمین و آسمان پر گریہ زاری کر رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس پر خوش ہے۔ میں نے جب یہ آواز سنی تو بے خود گیا۔ جب اپنے آپ میں آیا تو دیکھا سیّد احمد رفاعی کے سامنے حاضر ہوں۔ میں اپنے آنے جانے پر مطلق آگاہ نہ ہُوا۔[۳۲]

مصادر و مراجع:

(۱)-الشرف المحتم، للامام جلال الدین السیوطی،ص:۱۰

(۲)-سیرت سلطان الاولیاء، للعلامہ عبداللہ الرفاعی، ص:۲۰۰

(۳)-ایضًا

(۴)-فتاویٰ رضویہ، ج:۲۱، ص:۵۵۰ ملخصًا

(۵)-قلائد الجواہر، ص:۲۸۹

(۶)-سیرت سلطان الاولیاء، ص:۲۴

(۷)-https://en.m.wikippedia.org/wiki/Al-Rifai

(۸)-سیرت سلطان الولیا، ص:۲۴

(۹)-https://en.m.wikippedia.org/wiki/Al-Rifai

(۱۰)-سیرت سلطان الاولیا، ص:45

(۱۱)-https://en.m.wikippedia.org/wiki/Al-Rifai

(۱۲)-سیرت سلطان الاولیا، ص:47

(۱۳)-https://en.m.wikippedia.org/wiki/Al-Rifai

(۱۴)- الطبقات الکبریٰ الامام الشعرانی، ص:294

(۱۵)-مناقب الاقطاب الاربعۃ، للامام یونس بن ابراہیم السامرائی، ص:۳۸

(۱۶)-ایضًا (۱۷)-ایضًا (۱۸)-ایضًا

(۱۹)-سیرت سلطان الاولیاء ، ص:۶۹ ملخصًا

(۲۰)-طبقات کبریٰ، از امام عبدالوہاب شعرانی، ص: ۲۹۴-۳۰۰

(۲۱)- https://en.m.wikippedia.org/wiki/Al-Rifai

(۲۲)-طبقات الصوفیۃ للمنا ، ج:۲، ص:۲۲۵

(۲۳)- سیر اعلام النبلاء ، ج:۱۵، ص: ۳۱۹

(۲۴)-الطبقات الکبریٰ ، ص:۲۹۵

(۲۵)-ایضًا

(۲۶)-سیرت سلطان الاولیا، ص:70

(۲۷)-ایضًا، ص:۸۰

(۲۸)-الشرف المحتم، للامال جلال الدین السیوطی، ص:۵

(۲۹)-ایضًا، ص:۶

(۳۰)-ایضًا، ص:۷

(۳۱)-ایضًا، ص:۸

(۳۲)-خزینۃ الاصفیاء، ج:۱، ص:۱۷۰، ۱۶۹

☆☆☆☆(جاری)

آپ کے مسائل

مفتیِ اشرفیہ مفتی **محمد نظام الدین رضوی** کے قلم سے

کسی مسلمان پر گناہ کا الزام لگانا کیسا ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے اپنی تقریر میں بکر پر عیب لگائے اور کہا کہ میرے پاس اس کا ثبوت ہے، جب ثبوت مانگا گیا تو آئیں بائیں شائیں کرنے لگا، اس نے مجمع میں بکر پر عیب لگایا، اس کا حکم شرعی کیا ہے؟

الجواب

بلا تحقیقِ شرعی کسی مسلمان پر گناہ کا الزام لگانا جائز نہیں اور مجمع عام میں اس کا اعلان تو بہت قبیح ہے۔ زید ثبوت پیش کرے ورنہ بکر سے علانیہ معافی مانگے اور بارگاہ الٰہی میں توبہ کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

کف سیرپ کے متعلق کیا حکم ہے؟

کیا فرماتے ہیں علماے دین و مفتیان کرام اس مسئلے پر کہ آج کل بازار میں جو Cough Syrups خصوصاً چھاتی وغیرہ کے بیماروں کو دی جاتی ہے اس میں Nervous Systern کو دبانے کے ذریعے آدمی کی سوچنے کی صلاحیت کم کرنے والے اجزا موجود ہوتے ہیں۔ خاص کر ایسی کچھ دوائیوں میں افیم سے حاصل ہونے والی Codeine پائی جاتی ہے۔ اس میں نشہ پیدا کرنے کی کافی زیادہ صلاحیت موجود ہے۔ اس بنا پر اس طرح کی دوائیوں کا بہت زیادہ غلط استعمال ہوتا ہے۔ خاص کر ہماری نوجوان نسل اس کے نامناسب استعمال میں گرفتار ہو چکی ہے۔

مہربانی کر کے ہمیں اس بات کا جواب ملنا چاہیے کہ شرعاً اس کی دوائی لینا جائز ہے؟ جب کہ حدیث میں آیا ہے کہ حضرت طارق بن سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت نبی کریم ﷺ سے عرض کیا: یا رسول اللہ ﷺ! میں مرض کی دوا کے لیے شراب بناتا ہوں یعنی بطور دوا اس کا استعمال کیا جاتا ہے۔ جواب یوں ملتا ہے: إنّه لَيس بِدَواء، لكنّه داءٌ (مسند احمد) مذکورہ حدیث سے ہمیں یہی پتہ چلتا ہے کہ شراب دوا نہیں، مرض و بیماری ہے۔ یعنی ممنوع چیز ہے۔ ارشاد کا ایک مطلب یہ بھی ممکن ہے کہ شراب سے شفا نہیں ہوتی بلکہ مرض میں اضافہ ہوتا ہے۔ ایک اور حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کل مسکر حرام (بخاری، مسلم) اب حضرت سے گذارش ہے کہ بہت ساری ادویات ایسی ہیں جن میں Codiene پایا جاتا ہے مگر ڈاکٹر حضرات مریضوں کو یہ ادویات Prescribe کرتے ہیں جس سے مریضوں کو بیماریوں سے نجات ملتی ہے۔ کیا ایسی دوائیاں لینا بھی شرعاً جائز ہے۔ براے کرم جواب عنایت فرمائیں۔

الجواب

شراب اور افیون کے احکام میں فرق ہے جیسا کہ ان دونوں کی حقیقتوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔

- شراب رقیق چیز ہے اور افیون (افیم) خشک چیز۔
- شراب کا قطرہ قطرہ پیشاب کی طرح ناپاک ہے، جب کہ افیون مکمل پاک۔
- شراب مطلقاً حرام ہے خواہ کم ہو یا زیادہ اور افیون کم ہو تو مباح

یہی وجہ ہے کہ شراب سے علاج حرام ہے اور افیون سے حلال، فقہا نے اسے مباح دواؤں سے شمار کیا ہے، ہاں یہ ضروری ہے کہ علاج کے لیے افیون کی تھوڑی سی مقدار ہی لینی چاہیے اور اتنی زیادہ افیون کا استعمال کہ نشہ لائے، حرام ہے۔

ردالمحتار میں ہے:

(قال محمّدٌ: مَا أسكرَ كَثِيْرَةٌ فَقَلِيْلَةٌ حَرَامٌ) اقول: الظَّاهِرُ أنّ هذا خاص بالأشربة المائعة، دون الجامد كالبنج والأفيون، فلا يُحرّمُ قليلُهَا، بَل كَثِيْرُهَا الْمُسْكِرُ، وبِهِ صَرّح ابن حجر في التحفة وغيره. وهو مَفْهُوْمٌ مِن كَلَام أئمّتنا لأنّهُم عدّوها من الأدوية المباحة و ان حرم السُّكر منها بالاتفاق كما نذكره، ولم نرأ حدًا قال بنجاستها ولا بنجاسة نحو الزعفران مع أنّ كثيرهُ مُسْكِرٌ ولم يُحرّمُوْا أكْلَ قَلِيْلِهِ أيضًا.

والحاصلُ: أنّه لا يلزم من حرمة الكثير المُسكر

حرمۃُ قلیلہٖ و لا نجاسۃُ مطلقًا إلّا فی المائعات لمعنیً خاصٍ بہا، أمّا الجامدات فلا یحرم منہا إلّا الکثیر المُسکر اھ. (کتاب الاشربۃ، ص:۳۷، ج:۱)

فتاویٰ رضویہ جلد۹، ص:۷ر میں بھی ایسا ہی ہے۔

اس تفصیل سے عیاں ہے کہ شراب پر افیون کو قیاس نہیں کرنا چاہیے، پھر قیاس ماو شما کا حق بھی نہیں ہے، اس لیے کھانسی کے شربت میں کچھ افیون بھی شامل کی جاتی ہے تو وہ حرام نہ ہوگا، نہ ناپاک، بلکہ پاک و حلال ہی رہے گا، ہاں اس دوا میں ایک پہلو ضرر کا بھی ہے۔ جیسا کہ سائل نے ذکر کیا، مگر ضرر کا یہ پہلو تو انگریزی کی تقریبًا تمام دواؤں میں ہے اور عام طور پر عوام و خواص سبھی ان دواؤں کو استعمال کرتے ہیں اور اس کی بنیاد ”احتمالُ اخفِّ المفسدتَین“ پر ہے یعنی دو مضر چیزوں میں سے ہلکی و معمولی ضرر والی چیز کا استعمال جو بربنائے حاجت و علاج مباح ہے، ہاں جہاں تک ہوسکے اس طرح کی دواؤں کا استعمال کم سے کم ہونا چاہیے۔ مجبوری کی صورتیں جدا ہیں۔ جب تک غذا سے کام چلے دوا نہ لے اور جب تک دیسی دوا سے کام چلے ہومیو پیتھ اور ایلو پیتھ نہ لے۔ واضح ہو کہ یونانی ادویہ دیسی ادویہ ہی کے حکم میں ہیں اور جب اس سے بھی کام نہ چلے تو ہومیو پیتھ اور اس کے بعد ایلو پیتھ کا استعمال کرے، ہاں کوئی ایسی بیماری یا حادثہ ہو جس کے لیے ایلو پیتھ کی طرف رجوع کرنا ناگزیر ہو تو براہِ راست اسی کی طرف رجوع کرے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

امریکہ کے ملکی قوانین کے مطابق طلاق ہوگی یا نہیں؟

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین مسئلہ ذیل کے بارے میں: ہندہ کا نکاح خالد کے ساتھ ہوا، مگر رخصتی نہیں ہوئی اور نہ ہی ازدواجی تعلقات قائم ہوئے، البتہ خلوتِ صحیحہ ہو چکی ہے، پھر کچھ حالات ایسے پیدا ہوئے جن کی وجہ سے ہندہ اپنے شوہر کے ساتھ رہنے کے لیے تیار نہیں ہے اور خالد ہندہ کو طلاق بھی نہیں دیتا ہے، جب کہ ہندہ خلع یا طلاق کا مطالبہ بھی کر رہی ہے۔ مگر خالد طلاق اور نہ ہی خلع کے لیے تیار ہے بلکہ ضد میں آکر ہندہ کو اذیت دے رہا ہے۔

ہندہ اور خالد دونوں امریکہ میں رہ رہے ہیں، امریکی ملکی قوانین کے ذریعہ میاں اور بیوی دونوں طلاق حاصل کر سکتے ہیں، اگر ہندہ اپنے وکیل کے ذریعہ یہاں کی کورٹ سے طلاق حاصل کر لے اور خالد جج کے کاغذات یا ہندہ کے مطالبۂ طلاق کے کاغذات جو اس کے وکیل کی طرف سے ہوں اس پر جج خالد کا دستخط کرا لے تو کیا اس سے طلاق ہو جائے گی یا نہیں؟

یا پھر ایسا کون سا طریقہ ہو جس سے ہندہ آزاد ہو کر دوسری جگہ نکاح کر کے اپنی زندگی خوشگوار گزار سکے؟ ہماری رہ نمائی فرمائیں کیوں کہ ہم امریکہ میں رہتے ہیں، یہاں کا قانون اسلامی نہیں ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اسلام نے طلاق کا اختیار شوہر کو دیا ہے، اس لیے عام حالت میں وہی اپنی بیوی کو طلاق دے سکتا ہے، ارشادِ باری ہے:

بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ.

ترجمہ: شوہر ہی کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ (قرآن حکیم)

حدیث میں ہے:

”إنما الطلاق لمن اخذ بالساق.“

ترجمہ: طلاق کا اختیار صرف شوہر کو ہے۔ غیر مسلم جج کو قطعًا کسی مسلم کی بیوی کو طلاق دینے کا اختیار نہیں ہے بلکہ اسے تو فسخ کا بھی اختیار نہیں، ارشادِ باری ہے:

لَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ سَبِيْلًا.

دونوں طرف کے پنچ میاں بیوی کے درمیان صلح کی کوشش کریں اور انھیں ترغیب دیں کہ وہ باہم حسنِ معاشرت کے ساتھ رہیں ورنہ پھر کسی طرح شوہر کو راضی کریں، کچھ امور میں قاضیِ شریعت کو فسخ نکاح کا اختیار ہے مگر یہ معاملہ ان امور کی حد سے باہر ہے۔

”مطالبۂ طلاق کے کاغذات“ پر شوہر کے دستخط کرنے سے طلاق نہیں واقع ہوگی، بلکہ ہونا یہ چاہیے کہ عورت کا وکیل اس کے شوہر کی طرف سے ایک طلاق نامہ مرتب کرے جس میں یہ لکھا ہو کہ ”میں فلاں بن فلاں نے اپنی بیوی فلانہ بنت فلاں کو ایک طلاق بائن طلاق سنت کے وقت میں دی۔ (فلاں بن فلاں کی جگہ شوہر اور اس کے والد کا نام اور فلانہ بنت فلاں کی جگہ بیوی اور اس کے والد کا نام لکھا جائے) اور جج شوہر کو اس کے مضمون سے آگاہ کر کے اس سے اس پر دستخط لے لے تو عورت کی پاکی کے زمانے میں اس پر ایک طلاق بائن واقع ہو جائے گی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

استاذ زمن اور مطبع اہل سنت بریلی

شمیم اختر مصباحی

استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں بریلوی قدس سرہ برادر اوسط اعلی حضرت امام احمد رضا قدس سرہ گوناگوں خوبیوں و اوصاف کے حامل تھے۔ آپ کی ۵۴ سالہ زندگی مسلسل جد و جہد اور دینی و مذہبی سرگرمیوں میں گزری۔ آپ ایک کہنہ مشق، ماہر فن اور قادر الکلام شاعر کی حیثیت سے مشہور و معروف تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ آپ ایک جید عالم دین، مدبر قوم، اعلی منتظم اور مہتمم بھی تھے۔ آپ کی زندگی کا اہم اور مخفی ترین پہلو "مطبع اہل سنت، بریلی" سے آپ کی بحیثیت صدر وابستگی ہے۔ کسی محقق یا قلم کار نے مطبع اہل سنت کو اپنا موضوع نہیں بنایا سوائے دو چند لوگوں کے؛ کیوں کہ آپ کی قابل رشک زندگی کے گمنام اور اہم ترین باب پر زمانے کی اتنی دبیز چادر پڑ گئی تھی کہ اس کی نقاب کشائی اہل علم کے لیے ایک چیلنج تھا۔ اس نقاب کشائی کا مکمل سہرا علامہ اُسید الحق قادری علیہ الرحمۃ کے سر جاتا ہے کہ جنھوں نے مطبع اہل سنت کے تاریخی پس منظر اور اشاعتی خدمات کا مختصر تعارف پیش کر کے اصحاب قلم و قرطاس کو ایک نئی شاہراہ کا پتہ بتا دیا۔ (اللہ تعالی علامہ علیہ الرحمۃ کو کروٹ کروٹ جنت نصیب عطا فرمائے)۔ لیکن ہمیں مطبع اہل سنت کے خاص پہلو "استاذِ زمن کی مطبع اہل سنت سے وابستگی" سے گفتگو کرنی ہے۔ اس کی تاریخی پس منظر پر نگاہ ڈالنے سے اس کی اہمیت کا اندازہ ہوتا ہے۔ جب اہل ندوہ نے جماعت اہل سنت کی پشت پر خنجر گھونپ کر ایک نئے فتنہ کو جنم دیا اور اپنی غلط کاریوں سے باز نہیں آئے تو سر کردہ علمائے کرام جیسے حافظ بخاری حضرت علامہ سید شاہ عبد الصمد چشتی سہسوانی، تاج الفحول علامہ عبد القادر قادری بدایونی اور اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بدایونی علیہم الرحمہ نے خاص اس فتنہ کے روک تھام کے لیے ایک مطبع کی تجویز پیش کی۔ اور تقریباً چوتھائی صدی تک علمائے اہل سنت اور بالخصوص امام اہل سنت اعلی حضرت قدس سرہ کی تصانیف کی طباعت و اشاعت میں یعنی فروغِ رضویات میں اس مطبع نے اہم کردار ادا کیا۔

مطبع اہل سنت کے قیام کا تاریخی پس منظر: مطبع اہل سنت کے قیام کے پس پردہ تاریخی حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے علامہ اسید الحق علیہ الرحمۃ تحریر فرماتے ہیں:

"۱۳۱۰ھ/۱۸۹۲ء میں مدرسہ فیض عام، کانپور کا سالانہ جلسۂ دستار بندی بڑے عظیم الشان پیمانے پر منعقد کیا گیا، اسی جلسہ میں مولانا محمد علی مونگیری نے ندوۃ العلما کے قیام کا خاکہ پیش کیا۔ ندوۃ العلما کے قیام کے دو بنیادی مقصد بتائے گئے تھے، ایک اتحاد بین المسلمین اور دوسرا اصلاح نصاب- ان دونوں مثبت اور تعمیری مقاصد کی وجہ سے اکثر علمائے اہل سنت نے اس تجویز سے اتفاق کیا اور انھیں مقاصد کے تحت ندوۃ العلما کے قیام کی سنجیدہ کوششیں ہونے لگیں۔ اس وقت تک اکثر اکابر علمائے اہل سنت اس تحریک میں شامل تھے۔ ندوۃ العلما کا دوسرا اجلاس لکھنؤ میں منعقد ہوا، جب ان اجلاس کی رودادیں شائع ہو کر آئیں تو علمائے اہل سنت کو تشویش لاحق ہوئی کیوں کہ ان میں بعض چیزیں ایسی تھیں جو شرعی نقطۂ نظر سے قابل قبول نہیں تھیں۔ دینی خیر خواہی کے پیش نظر علمائے اہل سنت نے ندوہ میں در آنے والے ان مفاسد کی اصلاح کی کوششیں شروع کیں، ابتدا میں یہ کوششیں ذاتی ملاقاتوں اور افہام و تفہیم پر مبنی خط و کتابت تک محدود رہیں، لیکن جب حالات بہتر ہونے کی بجائے دن بدن بگڑتے گئے تو اصلاح ندوہ کی ان کوششوں نے باقاعدہ ایک تحریک کی شکل اختیار کر لی۔" (تحقیق و تفہیم: ۷/۵۸)

مطبعِ اہل سنت کا قیام: ان حالات کے پیش نظر اکابر علمائے اہل سنت نے بعد شوال/۱۳۱۳ھ رضا مسجد، بریلی میں ایک میٹنگ رکھی، احقاق حق اور ابطال باطل کے اجتماعی کوشش کی خاطر "مجلس علمائے اہل سنت" کی بنیاد ڈالی اور اس کے زیر نگرانی "مطبع اہل سنت" کے قیام کی بھی تجویز پاس ہوئی۔ اسی تاسیسی میٹنگ میں مطبع کے لیے سات سو روپے کا ہنگامی چندہ بھی ہوا جس میں پانچ سو روپے کی پرنٹنگ پریس مع کل ساز و سامان کے اور ۱۱؍ روپے نقد شہزادہ تاج الفحول حضرت مولانا عبد المقتدر قادری بدایونی نے عطا فرمائے اور اس کے علاوہ بھی عطیہ دینے کا وعدہ فرمایا۔ اس طرح مطبع اہل سنت کا قیام عمل میں آیا۔ اس کے قیام میں اپنے وقت کے ممتاز علمائے اہل سنت شامل تھے۔ جن میں سے چند کے اسمائے مبارکہ یہ ہیں:

۱- حافظ بخاری حضرت مولانا سید شاہ عبد الصمد سہسوانی، صدر

مجلس علماے اہل سنت

۲- تاج الفحول حضرت مولانا عبدالقادر قادری بدایونی

۳- مجدد اعظم حضرت مولانا احمد رضا خاں محدث بریلوی

۴ - شہزادۂ تاج الفحول حضرت مولانا عبد المقتدر قادری بدایونی

۵- حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی ثمّ پیلی بھیتی

۶- حضرت مولانا عبدالسلام صاحب جبل پوری

۶- حجۃ الاسلام حضرت مولانا حامد رضا خاں بریلوی

مطبع اہل سنت کو چلانے اور کام کاج کے لیے ۱۵/ دفعات پر مشتمل ایک دستور العمل مرتب کیا گیا۔ اس کی پہلی دفعہ حسب ذیل ہے:

”۱- یہ مطبع واسطے طبع و اشاعت کتب و رسائل موئیدہ مذہب اہل سنت و ترویج مسائل نافعہ وفضائل اخلاقیہ و نصائح و مصالح دینیہ و دنیویہ کے حسب صوابدید مجلس علماے اہل سنت ماہ محرم ۱۳۱۴ھ سے قائم ہوا۔“ (تحقیق و تفہیم:۶۴)

استاذ زمن بحیثیت مہتمم مطبع اہل سنت:

استاذ زمن علیہ الرحمۃ کی پوری زندگی دین حنیف کی نشر و اشاعت اور دین حق کی سربلندی کی خاطر تگ و دو میں گزری۔ آپ نے مطبع کے مہتمم کی حیثیت سے بھی نمایاں خدمات انجام دیا ہے۔ اگرچہ زمانے کی تاریک وادی میں آپ کی یہ زریں خدمات دب کر ہماری نگاہوں سے اوجھل ہو چکی ہیں، پھر بھی کچھ ٹمٹماتی روشنی باقی ہے جس سے منزل کا پتہ ملتا ہے۔ آپ کا دور اہتمام ۱۳۱۷ھ سے ۱۳۲۸ھ تک ہے۔ اس دور میں مطبع کی اشاعتی خدمات کے تعلق سے زیادہ معلومات فراہم نہ ہو سکیں چوں کہ اس دور کی مطبوعہ کتابوں میں بحیثیت مہتمم کسی کا نام درج نہیں، البتہ دو کتابیں ایسی ہیں جن میں استاذ زمن علامہ حسن رضا خاں علیہ الرحمۃ کا نام درج ہے۔ لیکن آپ کی انتظامی صلاحیت و مہارت آپ کی خدمات و سرگرمیوں کی غمازی کر رہی ہے۔ آپ کے حسن انتظام و انصرام کے اعلیٰ حضرت بھی قائل تھے؛ کیوں کے آپ نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کو ہر طرح کی معاشی و انتظامی فکر سے آزاد کر دیا تھا۔ آپ تن تنہا اپنی موروثی جائداد کی دیکھ ریکھ کرتے تھے۔ منظر اسلام ہو یا گھریلو ذمہ داری، مطبع کا انتظام و انصرام ہو یا ضروریات زندگی سب کام بحسن و خوبی انجام دیا کرتے تھے۔ استاذ زمن کے حسن انتظام و انصرام کا اندازہ ذیل کے واقعہ سے ہوتا ہے:

”مولانا حسن رضا اعلیٰ حضرت محدث بریلوی کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں اور آپ کی صاحب زادیوں کی شادی کی تاریخ کے تعین کی بابت عرض گزار ہوتے ہیں۔ اعلیٰ حضرت نے ارشاد فرمایا: ”بیٹی کی شادی کوئی آسان کام نہیں، نہ کہ ایک ساتھ دو بیٹیوں کی شادی۔ شادی میں لوگ بڑے ساز و سامان کرتے ہیں، تم نے کچھ ضروری سامان بھی کر لیا ہے۔ یا مجھ سے تاریخ مقرر کرنے آ گئے ہو؟“۔

مولانا حسن رضا نے عرض کیا کہ سامان کی تیاری کے متعلق آپ بھابھی جان سے دریافت فرما لیجیے۔ اعلیٰ حضرت نے ان سے دریافت کیا تو بی بی صاحبہ نے عرض کیا: ” ہمارے پاس تو مسالے بھی پیسے تیار رکھے ہیں، دونوں کے جہیز مکمل ہو گئے، برات میں کھانے والے کا کل سامان مہیا ہو چکا ہے، صرف تاریخ کی دیر ہے۔“

اعلیٰ حضرت نے جب بی بی صاحبہ کے یہ الفاظ سنے تو وفور مسرت سے فرمایا: حسن میاں! تم نے مجھے دنیا سے بالکل بے نیاز کر دیا، میری بیٹیوں کی شادیاں ہیں، میں ان کا باپ ہوتے ہوئے بالکل بے خبر اور آزاد بیٹھا ہوں، تم نے مجھے یہ سوچنے کی بھی زحمت نہ دی کہ جہیز میں کیا کیا دیا جائے گا اور وہ کہاں کہاں سے فراہم ہوگا یا یہ کہ برات میں کیا کیا کھانے دیے جائیں گے۔

آبدیدہ ہو کر فرمایا:- ”حسن میاں جو کچھ میں دین کی خدمت کر رہا ہوں، اس کے اجر میں باذن اللہ تم بھی حصہ دار ہو، اس واسطے کہ تمھیں نے مجھے دینی خدمات کے لیے دنیا سے آزاد کر دیا ہے۔“ (سیرت اعلیٰ حضرت:۶۵)

استاذ زمن اور مطبع اہل سنت بریلی کے اشاعتی خدمات:

چراغ اُنس: ”چراغ اُنس“ حضرت تاج الفحول محبّ رسول علامہ عبد القادر قادری بدایونی علیہ الرحمۃ کی مدح میں قصیدہ ہے جو کہ اعلیٰ حضرت امام اہل سنت علامہ احمد رضا خاں محدث بریلوی نے ۱۳۱۵ھ میں اردو زبان میں تحریر فرمایا اور اس کا تاریخی نام ” چراغِ اُنس“ رکھا۔ اس کا مطلع یہ ہے:

اے امام الہدیٰ محبّ رسول
دین کے مقتدیٰ محب رسول

استاذ زمن حضرت مولانا حسن رضا خاں کی سعی و تقدیم کے ساتھ یہ قصیدہ ۱۹/ شوال ۱۳۱۸ھ میں مطبع اہل سنت بریلی سے شائع ہوا۔ استاذ زمن نے اس پر اس کے اشاعت کے حوالے سے ایک مقدمہ تحریر فرمایا جسے ذیل میں نقل کیا جاتا ہے:

” مصنف علام دام بالفضل والاکرام نے ۱۳۱۵ھ میں ایک قصیدہ مسمّٰی بہ ” مشرقستان قُدس“ [۱۳۱۵] اعلیٰ حضرت عظیم البرکۃ حضرت سید شاہ ابوالحسین احمد نوری میاں صاحب قبلہ و کعبہ دام ظلہم کی مدحت اور دوسرا موسوم بہ -” چراغِ اُنس“ والا حضرت عظیم البرکۃ حضرت

مولانا تاج الفحول قبلہ و کعبہ ادام فضلہم کی منقبت میں تحریر فرمایا تھا۔ مشرقستان قُدس اسی زمانے میں حسب حکم حضرت ممدوح دام بالفتوح شائع ہو گیا۔ ”چراغِ اُنس“ از انجا کہ حضرت تاج الفحول دام ظلہم (بکمال تواضع کہ شانِ علماے ربانی) اپنی مدح کی اشاعت پسند نہ آئی، نہ جناب مصنفہ نے کبھی اپنے منظومات عربی و فارسی کے (کہ کمترین پایۂ علما ہے) طبع کی جانب توجہ فرمائی، ہنوز شمع بزم انس نہ ہو۔

اب پرچۂ مبارکہ تحفۂ حنفیہ ماہ شوال ۱۳۱۸ھ میں یہ قصیدہ مطبوعہ نظر آیا؛ مگر افسوس کہ جناب منتظم تحفہ کے پاس اس کا نسخہ نہایت غلط و سقیم پہنچا جس میں پندرہ (۱۵) اشعار اصل سے کم ہیں خصوصاً بعض وہ جن کے متروک ہو جانے سے بعض اشعار موجودہ کا مطلب فوت اور اغلاط و تصحیفات کی کثرت کے علاوہ؛ خصوصاً بعض وہ جنھوں نے طرزِ اَدا بلکہ اصل معنی ہی کو بدل دیا لہٰذا مناسب ہوا کہ قصیدہ اصل مسودۂ حضرت علام دام ظلہم سے منقول ہو کر شائع اور باذن اللہ تعالی ناظرین اہل عقل و دین کو مفید و نافع ہو۔ و باللہ التوفیق والحمد للہ رب العٰلمین۔

الرقم: محمد حسن رضا خان حسن قادری برکاتی غفرلہ

۱۵/ شوال المکرم ۱۳۱۸ھ (رسائل حسن = باقیات حسن: ۶۱۸)

ہدایت نوری بجواب اطلاع ضروری: فتنۂ قادیانیت کے رد وابطال کے لیے استاذِ زمن نے اپنی زیر ادارت ماہنامہ ”قہر الدیان علی مرتد بقادیان“ کا اجرا فرمایا، تاہم محققین کا دربارۂ رسالہ اختلاف ہے۔ بعض نے اعلی حضرت علیہ الرحمۃ کے تصانیف میں سے شمار فرمایا ہے اور بعض نے استاذِ زمن کے زیر ادارت چلنے والا ماہنامہ قرار دیا ہے۔ بہر حال یہ مبارک رسالہ نے تحفظ ناموس رسالت کے لیے ڈھال ثابت ہوا۔ استاذِ زمن نے اس رسالہ کو رجب ۱۳۲۳ھ میں مطبع اہل سنت بریلی سے شائع فرما کر اس کا تاریخی نام ”قہر الدیان علی مرتد بقادیان“ رکھا۔

اس پر تبصرہ فرماتے ہوئے علامہ افروز قادری چریاکوٹی و مولانا ثاقب رضا ضیائی تحریر فرماتے ہیں:

”اس سلسلے میں ہماری حقیر عرض یہ ہے کہ ”قہر الدیان علی مرتد بقادیان“ کو اعلی حضرت یا مولانا حسن رضا کی تصنیف قرار دینا درست نہیں؛ کیوں کہ یہ کسی تصنیف کا نام نہیں بلکہ ردّ قادیانیت میں مولانا حسن رضا خان کی طرف سے جاری کردہ سب سے پہلا ماہنامہ ہے۔ چونکہ رسالہ ۱۳۲۳ھ میں جاری ہوا، اس لیے مولانا حسن رضا نے اسی مناسبت سے ایک تاریخی نام کا انتخاب فرمایا۔ اس رسالے کا مقصد بیان کرتے ہوئے مولانا حسن رضا فرماتے ہیں:

”اس رسالے کا مقصد صرف مرزا و مرزائیان کا ردّ اور ان کے ان ناجائز حملوں کا دفاع ہوگا جو انھوں نے عقائد اسلام و انبیاے کرام خصوصاً سیدنا عیسیٰ و حضرت مریم و خود حضور سیّد الانام علیہ وعلیہم الصلاۃ والسلام حتی کہ ربّ العزۃ ذو الجلال والاکرام پر کیے ہیں، دوسرے فرقوں کا رد اس کا موضوع نہیں۔ اس کے لیے بعونہ تعالی رسالہ مبارکہ تحفۂ حنفیہ عظیم آباد نیز اہل سنت کی کتب کافی ووافی ہیں۔“

اس کے سرورق پر یہ عبارت تحریر ہے:

”الحمد للہ! مبارک ماہواری رسالہ محمد رسول اللہ خاتم النبیین صلی اللہ تعالی علیہ وسلم کے مخالف پر قہر الٰہی ڈھانے والا عیسیٰ مسیح کلمۃ اللہ کے دشمن پر تیغ عذاب چمکانے والا، جھوٹے مسیح مرزا قادیانی اور اس کے الہامی و وحی شیطانی کی بنیاد گرانے والا، محمدی فتح کے پھریرے اڑاتا، اسلامی شان کے نشان چمکاتا۔“

پھر نیچے تحریر ہے:

”زیر ادارت: ماحی بدعت حامی سنت مولانا مولوی محمد حسن رضا خان سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی سلمہ“۔ (رسائل حسن = حرف آغاز: ۱۴)

اس رسالے کے کئی اڈیشن منظر عام پر آچکے ہیں۔ فتاویٰ رضویہ جدید مطبوعہ امام احمد رضا اکیڈمی، بریلی شریف کے ۲۲ویں جلد اور رسائل حسن ص: ۷۱-۴ میں شامل ہے۔ اس رسالہ کو مولانا نعمان ازہری گھوسوی نے عربی کا جامہ پہنایا ہے۔ اور یہ رسالہ ”تہافتہ القادیانیۃ“ کے نام سے زیر اہتمام مولانا عبد الستار ہمدانی صاحب جنوری/ ۲۰۰۵ مرکز اہل سنت برکات رضا، گجرات سے شائع ہو چکا ہے۔

اظہارِ رُوداد: اظہار رُوداد یہ دار العلوم منظر اسلام کے پہلے سال کی رُوداد ہے جسے استاذ زمن نے خود مرتب فرما کر ۱۳۲۲ھ میں مطبع اہل سنت، بریلی سے شائع کیا۔ اس رُوداد میں آمدنی و اخرجات یعنی زکوٰۃ، نذر، زیور، کتب اور پوست قربانی مع مقام و غیرہ کا ذکر تفصیل کے ساتھ ہے اور تعاون کرنے والے مخلص معاونین کا بھی تذکرہ ہے۔ مدرسہ منظر اسلام سے جاری سات فتاوی بھی شامل ہیں۔ اس کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

نمبر شمار	اسماے مفتیان	عدد فتاویٰ	زبان
۱	علامہ ظفر الدین احمد رضوی	۱	فارسی
۲	مولانا غلام محمد بہاری	۱	اردو
۳	مولانا عزیز غوث	۱	اردو
۴	مولانا عبد الرشید عظیم آبادی	۱	اردو
۵	مولانا غلام مصطفی ابراہیم بہاری	۱	فارسی

(باقی، ص: ۲۷/ پر)

شبِ براءت اور اسلاف کے معمولات

حافظ ظہیر احمد الاسنادی

شعبان المعظم کی پندرھویں رات شبِ براَت کے نام سے موسوم ہے۔ یہ انتہائی فضیلت و بزرگی والی رات ہے۔ اس رات کے متعلق درج ذیل دس جلیل القدر صحابۂ کرام سے روایات مروی ہیں:

(۱) حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ (۲) حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ (۳) حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (۴) حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ (۵) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ (۶) حضرت عوف بن مالک رضی اللہ عنہ (۷) حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ (۸) حضرت ابو ثعلبہ الخشنی رضی اللہ عنہ (۹) حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ (۱۰) حضرت عثمان بن ابی العاص رضی اللہ عنہ۔

شبِ براَت کے حوالے سے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اقوال اور ان کے معمولات کا جائزہ درج ذیل سطور میں بیان کیا جارہا ہے:

المومنین حضرت مولا علی رضی اللہ عنہ کا فرمان:

يُعْجِبُنِي أَنْ يُفَرِّغَ الرَّجُلُ نَفْسَهُ فِي أَرْبَعِ لَيَالٍ: لَيْلَةُ الْفِطْرِ، وَلَيْلَةُ الأَضْحَى، وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، وَأَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَجَبٍ.

'مجھے یہ بات پسند ہے کہ ان چار راتوں میں آدمی خود کو (تمام دنیاوی مصروفیات سے عبادت الٰہی کے لیے) فارغ رکھے۔ (وہ چار راتیں یہ ہیں:) عید الفطر کی رات، عید الاضحیٰ کی رات، شعبان کی پندرھویں رات اور رجب کی پہلی رات۔ (ابن جوزی، التبصرة، ۲/۲۱)

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ کا عمل مبارک

حضرت طاؤس یمانی فرماتے ہیں کہ میں نے امام حسن بن علی رضی اللہ عنہما سے پندرہ شعبان کی رات اور اس میں عمل کے بارے میں پوچھا تو آپ نے ارشاد فرمایا:

"میں اس رات کو تین حصوں میں تقسیم کرتا ہوں:

- ایک حصے میں اپنے نانا جان (ﷺ) پر درود شریف پڑھتا ہوں۔
- دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ سے استغفار کرتا ہوں۔
- تیسرے حصے میں نماز پڑھتا ہوں۔

میں نے عرض کیا: جو شخص یہ عمل کرے اس کے لیے کیا ثواب ہوگا۔ آپ نے فرمایا: میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے سنا اور انہوں نے حضور نبی اکرم ﷺ سے سنا، آپ ﷺ نے فرمایا:

"اسے مقربین لوگوں میں لکھ دیا جاتا ہے۔" (سخاوی، القول البدیع، باب الصلاة علیه ﷺ فی شعبان: ۲۰۷)

حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کا فرمان:

خَمْسُ لَيَالٍ لَا يُرَدُّ فِيهِنَّ الدُّعَاءُ: لَيْلَةُ الْجُمُعَةِ، وَأَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَجَبٍ، وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، وَلَيْلَةُ الْعِيدِ وَلَيْلَةُ النَّحْرِ.

'پانچ راتیں ایسی ہیں جن میں دعا رد نہیں ہوتی: جمعہ کی رات، رجب کی پہلی رات، شعبان کی پندرہویں رات، عید الفطر کی رات اور عید الاضحیٰ کی رات۔' (بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۳۴۲، رقم: ۳۷۱۳)

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا فرمان:

ایک آدمی لوگوں کے درمیان چل رہا ہوتا ہے، حالانکہ وہ مُردوں میں اٹھایا ہوا ہوتا ہے، پھر آپ نے اس آیت کی تلاوت فرمائی:

إِنَّآ أَنزَلْنَٰهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَٰرَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ (الدخان، ۴۴: ۳-۴)

'بے شک ہم نے اسے ایک بابرکت رات میں اتارا ہے بے شک ہم ڈر سنانے والے ہیں۔ اس (رات) میں ہر حکمت والے کام کا (جدا جدا) فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔'

پھر حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: اس رات میں ایک سال سے دوسرے سال تک دنیا کے معاملات کی تقسیم کی جاتی ہے۔ (طبری، جامع البیان، ۲۵: ۱۰۹)

حضرت انس رضی اللہ عنہ کا فرمان:

أَرْبَعُ لَيَالِيهِنَّ كَأَيَّامِهِنَّ وَأَيَّامُهُنَّ كَلَيَالِيهِنَّ، يُبِرُّ اللهُ فِيهِنَّ الْقَسَمَ، وَيُعْتِقُ فِيهِنَّ النَّسَمَ، وَيُعْطِي فِيهِنَّ الْجَزِيْلَ، لَيْلَةُ الْقَدْرِ وَصَبَاحُهَا، وَلَيْلَةُ عَرَفَةَ وَصَبَاحُهَا، وَلَيْلَةُ

النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ وَصَبَاحُهَا، وَلَيْلَةُ الْجُمْعَةِ وَصَبَاحُهَا.

’چار دن ایسے ہیں کہ ان کی راتیں (فضیلت میں) ان کے دنوں کی طرح ہیں اور ان کے دن (فضیلت میں) ان کی راتوں کی طرح ہیں۔ ان میں اللہ تعالیٰ (اپنے بندوں کی) قسم کو پورا کر دیتا ہے اور ان میں لوگوں کو (جہنم سے) آزاد فرمادیتا ہے اور ان میں بہت زیادہ اجر و ثواب عطا فرماتا ہے (وہ راتیں اور دن یہ ہیں): شبِ قدر اور اس کا دن، شب عرفہ اور اس کا دن، شب برأت اور اس کا دن اور جمعہ کی رات اور جمعہ کا دن ہے۔‘ (کنزل العمال، ۱۲: ۱۴۴، رقم: ۳۵۲۱۴)

تابعین اور آئمہ کرام کے معمولات و آراء:

صحابہ کرام کے علاوہ تابعین، تبع تابعین ائمہ کرام اور امت مسلمہ کے اکابرین کا ہمیشہ سے اس رات میں شب بیداری کا معمول رہا ہے۔ ذیل میں چند ائمہ کرام کے معمولات و آرا ذکر کیے جا رہے ہیں:

حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا فرمان:

امام ابن رجب حنبلی، امام عسقلانی اور ابن الجوزی بیان کرتے ہیں: حضرت عمر بن عبد العزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ بصرہ میں اپنے عمال (گورنروں) کو لکھتے تھے:

عَلَيْكَ بِأَرْبَعِ لَيَالٍ مِنَ السَّنَةِ فَإِنَّ اللّٰهَ يُفَرِّغُ فِيهِنَّ الرَّحْمَةَ إِفْرَاغًا: أَوَّلُ لَيْلَةٍ مِنْ رَجَبٍ، وَلَيْلَةُ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ، وَلَيْلَةُ الْفِطْرِ، وَلَيْلَةُ الأَضْحٰى.

’تم پر لازم ہے کہ سال میں (شب قدر کے علاوہ) چار راتوں کو اہتمام کے ساتھ منایا کرو۔ یقیناً ان راتوں میں اللہ تعالیٰ کی رحمت وافر مقدار میں عطا ہوتی ہے۔ رجب کی پہلی رات نصف شعبان کی رات، عید الفطر کی رات اور عید الاضحیٰ کی رات۔‘

(ابن رجب حنبلی، لطائف المعارف: ۱۳۷)

امام محمد بن ادریس الشافعی رحمہ اللہ:

وَبَلَغَنَا أَنَّهُ كَانَ يُقَالُ إِنَّ الدُّعَاءَ يُسْتَجَابُ فِي خَمْسِ لَيَالٍ: فِي لَيْلَةِ الْجُمُعَةِ، وَلَيْلَةِ الأَضْحٰى، وَلَيْلَةِ الْفِطْرِ، وَأَوَّلِ لَيْلَةٍ مِنْ رَجَبٍ، وَلَيْلَةِ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ.

’ہمیں یہ خبر ملی کہ کہا جاتا تھا: بے شک دعا پانچ راتوں میں قبول ہوتی ہے: جمعہ کی رات، عید الاضحیٰ کی رات، عید الفطر کی رات، ماہِ رجب کی پہلی رات اور ماہِ شعبان کی پندرہویں رات۔‘

(بیہقی، شعب الایمان، ۳: ۳۴۱، رقم: ۳۷۱۱)

ابن کردوس بیان کرتے ہیں:

مَنْ أَحْيٰى لَيْلَةَ الْعِيدَيْنِ وَلَيْلَةَ النِّصْفِ مِنْ شَعْبَانَ لَمْ يَمُتْ قَلْبُهُ يَوْمَ تَمُوتُ الْقُلُوبُ.

’جس نے دونوں عیدوں (عید الاضحیٰ اور عید الفطر) کی رات اور پندرہ شعبان کی رات کو (عبادت کرکے) زندہ رکھا اس کا دل اُس دم بھی مردہ نہیں ہوگا جس دن (سب کے) دل مردہ ہوجائیں گے۔‘

(کنز العمال، ۸: ۲۵۱، رقم: ۲۴۱۰۷)

الشیخ محی الدین عبد القادر الجیلانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

سیدنا شیخ عبد القادر الجیلانی نے ’غنیۃ الطالبین‘ میں شب برأت کی فضیلت پر پورا باب قائم کیا ہے اور کثرت کے ساتھ احادیث مبارکہ اور ان کے لطائف و معارف بیان فرمائے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

’جس طرح مسلمانوں کے لیے زمین پر دو عیدیں ہیں۔ اسی طرح فرشتوں کی آسمان میں دو عیدیں ہیں۔ فرشتوں کی وہ دو عیدیں شب برأت اور شب قدر ہیں اور مومنین کی عیدیں عید الفطر اور عید الاضحیٰ ہیں۔ فرشتوں کی عیدیں رات کو اس لیے ہیں کہ وہ سوتے نہیں اور مومنوں (انسانوں) کی عیدیں دن کو اس لیے ہیں کہ وہ رات کو سوتے ہیں۔‘

امام العبدری الفاسی الشہیر بابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ:

علامہ ابن الحاج مالکی رحمۃ اللہ علیہ شب برأت کے متعلق اسلاف کا نظریہ بیان کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:

فَهٰذِهِ اللَّيْلَةُ وَإِنْ لَمْ تَكُنْ لَيْلَةَ الْقَدْرِ فَلَهَا فَضْلٌ عَظِيمٌ وَخَيْرٌ جَسِيمٌ وَكَانَ السَّلَفُ يُعَظِّمُونَهَا وَيُشَمِّرُونَ لَهَا قَبْلَ إِتْيَانِهَا فَمَا تَأْتِيهِمْ إِلَّا وَهُمْ مُتَأَهِّبُونَ لِلِقَائِهَا وَالْقِيَامِ بِحُرْمَتِهَا عَلٰى مَا قَدْ عُلِمَ مِنِ احْتِرَامِهِمْ لِلشَّعَائِرِ عَلٰى مَا تَقَدَّمَ ذِكْرُهُ هٰذَا هُوَ التَّعْظِيمُ الشَّرْعِيُّ لِهٰذِهِ اللَّيْلَةِ.

’اور یہ (شعبان کی پندرہویں رات) اگرچہ شب قدر کی رات نہیں ہے۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ رات بڑی بابرکت اور اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑی عظمت والی ہے۔ اور (ہمارے) اسلاف اس رات کی بڑی تعظیم کیا کرتے تھے اور اس کے آنے سے پہلے ہی اس کے (استقبال کے) لیے تیاری کیا کرتے تھے، جب یہ رات آتی تھی تو وہ اس کی ملاقات اور اس کی حرمت و عظمت بجالانے کے لیے مستعد ہوجاتے تھے، کیونکہ یہ بات معلوم ہو چکی ہے کہ وہ شعائر اللہ کا بہت احترام کرتے تھے جیسا کہ اس کا ذکر گزر چکا۔ اور وہ اس رات کے لیے

تعظیم شرعی تھی۔‘ (ابن الحاج المالکی، المدخل، ۱: ۲۹۹)

یاد رہے کہ علامہ ابن الحاج المالکی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ بیان کوئی معمولی حیثیت نہیں رکھتا، آپ یہ بیان اس کتاب میں دے رہے ہیں جو آپ نے خاص طور پر بدعات کی تردید میں لکھی ہے۔ اس کتاب میں آپ شب برأت کو شعائر اللہ قرار دیتے ہوئے اس کے متعلق اَسلاف کا نظریہ اور طریقہ ذکر کر رہے ہیں کہ ہمارے اسلاف اس رات کی تعظیم کرتے تھے اور اس کے آنے سے پہلے ہی اس کے استقبال کے لیے تیاری کیا کرتے تھے۔

امام ابن رجب حنبلی علیہ الرحمۃ:

امام ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ (م ۷۹۵ھ)- جو نے اپنی معروف کتاب لطائف المعارف میں ”اَلْمَجْلِسُ الثَّانِي فِي نِصْفِ شَعْبَانَ“ کے عنوان سے باب قائم کیا اور اس میں شب برأت کی فضیلت پر نہایت تفصیل سے گفتگو کی ہے اور احوالِ سلف کا تذکرہ کیا ہے۔ اس میں فرماتے ہیں:

’ایک قول یہ ہے کہ اس رات کو مسجد میں شب بیداری کے لیے اجتماع کرنا مستحب عمل ہے۔ چنانچہ حضرت خالد بن معدان، اور لقمان بن عامر وغیرہ تابعین اس رات اعلیٰ لباس زیب تن فرماتے، خوشبو اور سرمہ لگاتے اور اس رات مسجد میں قیام اللیل فرماتے۔ اس پر امام اسحاق بن راہویہ نے ان کی موافقت کی ہے اور کہا ہے کہ اس رات کو مساجد میں قیام کرنا بدعت نہیں ہے۔‘ (ابن رجب حنبلی، لطائف المعارف: ۱۳۷)

امام احمد رضا بریلوی علیہ الرحمۃ:

امام احمد رضا بریلوی ’فتاوی رضویہ‘ میں فرماتے ہیں:

’پندرہ راتوں میں شب بیداری مستحب ہے۔ (آگے چل کر فرمایا:) ان میں ایک شعبان المعظم کی پندرھویں رات ہے۔ اس میں شب بیداری کرنا مستحب ہے۔ اس میں مشائخ کرام سو رکعت ہزار مرتبہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ کے ساتھ ادا کرتے، ہر رکعت میں دس دفعہ قُلْ هُوَ اللّٰهُ أَحَدٌ پڑھتے۔ اس نماز کا نام انہوں نے صلوٰۃ الخیر رکھا تھا، اس کی برکت مسلمہ تھی، اس رات (یعنی پندرہ شعبان) میں اجتماع کرتے اور احیاناً اس نماز کو باجماعت ادا کرتے تھے۔‘ (فتاویٰ رضویہ، ۷: ۴۱۸)

’دس کے قریب صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے مختلف سندوں کے ساتھ درجنوں کتب احادیث میں مختلف مضامین سے شب برأت اور اس کی اہمیت وفضیلت پر یہ احادیث وارد ہوئی ہیں۔ لیکن پھر بھی اس حوالے سے یہ کہنا کہ فلاں حدیث میں ضعف ہے یہ فقط ہٹ دھرمی یا کم علمی ہے۔ جمیع محدثین کے ہاں اُصول حدیث کا متفق علیہ قاعدہ ہے کہ فضائل اَعمال میں حدیثِ ضعیف بھی مقبول ہوتی ہے جب کہ شب برأت کے حوالے سے تو کثیر صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے روایات مروی ہیں۔ لہٰذا یہ تصور ذہن میں نہیں آنا چاہیے کہ کسی ایک روایت اور سند پر کسی ایک نے لکھ دیا کہ اس میں ضعف ہے تو معاذ اللہ اسے اٹھا کر پھینک دیا جائے۔ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ ضعف کسے کہتے ہیں؟ ضعیف حدیث، موضوع روایت کو نہیں کہتے۔ یہ بھی واضح رہے کہ ضعف کبھی حدیث کے متن و مضمون (الفاظ) میں نہیں ہوتا، بلکہ ضعف اس کی اسناد میں کسی وجہ سے ہوتا ہے اور اگر ایک سبب سے ایک سند میں ضعف ہے اور دوسری سند اس سے قوی آجائے تو اس پہلی سند کا ضعف بھی ختم ہو جاتا ہے۔ بعض لوگ صرف اپنی کم علمی کی وجہ سے لوگوں کے ذہنوں کو پراگندہ کرتے رہتے ہیں۔‘

خلاصۂ کلام: قارئینِ کرام! شب برأت پر کثیر تعداد میں مروی احادیث، تعاملِ صحابہ، تابعین، تبع تابعین، ائمہ سلف، فقہاء صرف اس لیے نہیں ہیں کہ کوئی بھی بندہ فقط ان کا مطالعہ کر کے یا بنا مطالعہ کے ہی انہیں قصے، کہانیاں سمجھتے ہوئے ان سے صرفِ نظر کرے بلکہ ان کے بیان سے مقصود یہ ہے کہ انسان اپنے مولا خالقِ کائنات کے ساتھ اپنے ٹوٹے ہوئے تعلق کو پھر سے اُستوار کرے جو کہ اس رات اور اس جیسی دیگر روحانی راتوں میں عبادت سے باسہولت میسر آسکتا ہے۔

اِن بابرکت راتوں میں رحمت الٰہی اپنے پورے جوبن پر ہوتی ہے اور اپنے گناہ گار بندوں کی بخشش و مغفرت کے لیے بے قرار ہوتی ہے، لہٰذا اس رات میں قیام کرنا، کثرت سے تلاوتِ قرآن، ذکر، عبادت اور دعا کرنا مستحب ہے اور یہ اَعمال احادیثِ مبارکہ اور سلف صالحین کے عمل سے ثابت ہیں۔ اس لیے جو شخص بھی اس شب کو یا اس میں عبادت کو بدعت ضلالۃ کہتا ہے وہ در حقیقت احادیث صحیحہ اور اعمال سلف صالحین کا منکر اور فقط ہوائے نفس کی اتباع اور اطاعت میں مشغول ہے۔

یہ اَمر بھی قابلِ غور ہے کہ جو عمل خود حضور نبی اکرم ﷺ اور صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین سے ثابت ہو، تابعین، اتباع تابعین اور اسلاف امت اس پر شروع سے ہی عمل پیرا رہے ہوں، فقہائے کرام جسے مستحب قرار دیتے ہوں، کیا وہ عمل بدعت ہو سکتا ہے؟ اگر ایسا عمل بھی بدعت ہے تو پھر سنت و مستحب عمل کیا ہو گا؟

☆☆☆☆

دینِ اسلام اور خدمتِ خلق

مولانا محمد اختر علی واجد القادری

حضور ﷺ کا غیر مومن کو کھانا کھلانا:

حضرت جہجاہ غِفاری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں اپنی قوم کے چند لوگوں کے ساتھ مدینہ منورہ آیا ہمارا ارادہ اسلام لانے کا تھا، (ابھی تک ہم لوگ ایمان نہیں لائے تھے) ہم لوگوں نے مغرب کی نماز حضور ﷺ کے ساتھ پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا ہر آدمی اپنے ساتھ بیٹھنے والے کا ہاتھ پکڑ لے اور اسے اپنے گھر کھانے کے لیے لے جائے، چنانچہ تمام لوگوں کو صحابہ لے گئے، اور مسجد میں میرے اور حضور ﷺ کے علاوہ کوئی نہ بچا، چوں کہ میں لمبا تڑنگا تھا اس لیے مجھے کوئی نہ لے گیا اور حضور ﷺ مجھے اپنے گھر لے گئے، پھر حضور ﷺ میرے لیے ایک بکری کا دودھ نکال کرلائے میں وہ دودھ سارا پی گیا، یہاں تک کہ حضور ﷺ سات بکریوں کا دودھ نکال کرلائے اور میں وہ سارا پی گیا، پھر حضور ﷺ پتھر کی ایک ہنڈیا میں سالن لائے میں وہ بھی سارا کھا گیا، یہ دیکھ کر حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ نے (جوش محبت شوہر میں) کہا "جو آج رات حضور ﷺ کے بھوکے رہ جانے کا ذریعہ بنا ہے اللہ اسے بھوکا رکھے" حضور ﷺ نے فرمایا: اے ام ایمن! خاموش رہو، اس نے اپنی روزی کھائی ہے اور ہماری روزی اللہ کے ذمہ ہے، صبح کو حضور ﷺ کے صحابہ اور باہر سے آئے ہوئے سب اکٹھے ہو گئے اور ہر مہمان کے پاس جو کھانا لایا گیا وہ بتانے لگا، میں نے کہا میرے پاس سات بکریوں کا دودھ لایا گیا اور میں وہ سارا پی گیا، پھر ایک ہنڈیا میں سالن لایا گیا میں وہ بھی سارا کھا گیا، ان سب نے پھر حضور ﷺ کے ساتھ مغرب کی نماز پڑھی، سلام پھیرنے کے بعد آپ نے فرمایا ہر آدمی اپنے ساتھ بیٹھنے والے کا ہاتھ پکڑ لے اور اسے اپنے گھر کھانے کے لیے لے جائے، چنانچہ تمام لوگوں کو صحابہ لے گئے، اور آج بھی مسجد میں میرے اور حضور ﷺ کے علاوہ کوئی نہ بچا، میں لمبا تڑنگا آدمی تھا اس لیے مجھے کوئی نہ لے گیا، چنانچہ حضور ﷺ مجھے لے گئے اور مجھے ایک بکری کا دودھ نکال کر دیا، آج میں اسی سے سیراب ہو گیا اور میرا پیٹ بھر گیا یہ دیکھ کر حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ نے کہا یا رسول اللہ! ﷺ کیا یہ ہمارا کل والا مہمان نہیں ہے، آپ نے فرمایا ہاں وہی ہے لیکن آج رات اس نے مومن کی آنت میں کھایا ہے اور اس سے پہلے یہ کافر کی آنت میں کھاتا تھا، کافر ساتھ آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے۔ (اخرجہ ابونعیم فی الحلیہ / حیاۃ الصحابہ جلد ۲ / صفحہ ۲۵۹)

☆حضرت میمونہ بنت الحارث رضی اللہ تعالیٰ فرماتی ہیں: ایک سال قحط پڑا، تو دیہاتی لوگ مدینہ منورہ آنے لگے، حضور ﷺ کے فرمانے پر ہر صحابی ان میں سے ایک آدمی کا ہاتھ پکڑ کر لے جاتا اور اسے اپنا مہمان بنالیتا اور اسے رات کھانا کھلاتا، چنانچہ ایک رات ایک دیہاتی آیا، حضور کے پاس تھوڑا سا کھانا اور کچھ دودھ تھا، وہ دیہاتی یہ سب کچھ کھا پی گیا اور اس نے حضور ﷺ کے لیے کچھ نہ چھوڑا، حضور ﷺ ایک یا دو راتیں اور اس کو ساتھ لاتے رہے اور وہ ہر روز سب کچھ کھا جاتا، اس پر میں نے عرض کیا، یا اللہ! اس دیہاتی میں برکت نہ کر کیوں کہ یہ حضور ﷺ کا سارا کھانا کھا جاتا ہے اور حضور کے لیے کچھ نہیں چھوڑتا ہے، پھر وہ مسلمان ہو گیا، اور اسے پھر حضور ﷺ ایک رات ساتھ لے کر آئے، اس رات اس نے تھوڑا سا کھانا کھایا، میں نے حضور سے عرض کیا، کیا یہ وہی آدمی ہے؟ حضور ﷺ نے فرمایا، ہاں یہ وہی ہے لیکن پہلے کافر تھا اب مسلمان ہو گیا، کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے۔ (حیاۃ الصحابہ جلد ۲ / صفحہ ۲۶۳ بحوالہ دار قطنی فی کتاب الاسخیاء کذا فی الاصابۃ، جلد نمبر ۳ صفحہ نمبر ۵۵۳)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بلا کسی امتیاز کے خدمت کرنا:

حضرت اسلم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کہتے ہیں کہ جب حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ خلافت میں سخت قحط پڑا (جسے عام الرمادہ کہا جاتا ہے یعنی ہلاکت کا سال) تو ہر طرف سے عرب کھنچ کر مدینہ منورہ آ گئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کچھ لوگوں کو ان کے انتظام اور ان میں کھانا اور سالن تقسیم کرنے کے لیے مقرر کیا، ان لوگوں میں حضرت یزید بن اخت نمِر، حضرت مسور بن

مخزمہ، حضرت عبد الرحمٰن بن عبد قاری اور حضرت عبد اللہ بن عتبہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہم تھے، شام کو یہ حضرات حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے پاس جمع ہوتے اور دن بھر کی ساری کارگزاری سناتے، ان میں سے ہر ایک آدمی مدینہ کے کنارے پر مقرر تھا اور یہ دیہاتی لوگ ثنیۃ الوداع کے شروع سے لے کر رائج قلعہ، بنو حارثہ، بنو عبد الاشہل، اور بنو قریضہ تک ٹھرے ہوئے تھے، بہر حال یہ لوگ مدینہ منورہ کے باہر چاروں طرف ٹھہرے ہوئے تھے، ایک رات جب یہ دیہاتی لوگ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے ہاں کھانا کھا چکے تو میں نے حضرت رضی اللہ تعالیٰ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ہمارے ہاں جو رات کا کھانا کھاتے ہیں ان کی گنتی کرو۔ چنانچہ اگلی رات گنتی کی تو ان کی تعداد سات ہزار تھی پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے فرمایا وہ گھرانے جو یہاں نہیں آتے ہیں ان کی اور بیماروں اور بچوں کی بھی گنتی کرو۔ ان کو گنا تو ان کی تعداد چالیس ہزار تھی۔

پھر چند راتیں اور گزریں تو لوگ اور زیادہ ہو گئے تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے فرمانے پر دوبارہ گنا گیا تو جن لوگوں نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے ہاں رات کا کھانا کھایا تھا وہ دس ہزار تھے اور دوسرے لوگ پچاس ہزار تھے۔ یہ سلسلہ یوں ہی چلتا رہا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے بارش بھیج دی اور قحط دور فرمادیا، جب خوب بارش ہوگئی تو میں نے دیکھا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے ان انتظامی لوگوں میں سے ہر ایک قوم کے ذمہ یہ کام لگایا کہ ان آنے والے لوگوں میں سے جو ان کے علاقے میں ٹھہرے ہوئے ہیں ان کو ان کے دیہات کی طرف واپس بھیج دیں اور انہیں زاد راہ اور دیہات تک جانے کے لیے سواریاں بھی دیں اور میں نے دیکھا کہ خود حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ بھی انہیں بھیجنے میں لگے ہوتے۔ ان قحط زدہ لوگوں میں موتیں بھی بہت ہوئی تھیں۔ میرے خیال میں ان میں سے دو تہائی لوگ مر گئے ہو ں گے اور ایک تہائی بچے ہوں گے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کی بہت ساری دیگیں تھیں پکانے والے لوگ صبح تہجد میں اٹھ کر ان دیگوں میں کر کور پکا تے پھر صبح یہ دلیا بیماروں کو کھلا دیتے۔ پھر آٹے میں گھی ملا کر ایک قسم کا کھانا پکاتے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ کے کہنے پر بڑی بڑی دیگوں میں تیل ڈال کر آگ پر اتنا جوش دیا جاتا کہ تیل کی گرمی اور تیزی سے چلی جاتی، پھر روٹی کا ثرید بنا کر اس میں یہ تیل بطور سالن کے ڈال دیا جاتا (چونکہ عرب تیل استعمال کرنے کے عادی نہیں تھے) اس لیے کہ تیل استعمال کرنے سے ان کو بخار ہو جاتا تھا۔ قحط سالی کے اس تمام عرصے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ نے نہ اپنے کسی بیٹے کے ہاں کھانا کھایا اور نہ اپنی کسی بیوی کے ہاں بلکہ ان قحط زدہ لوگوں کے ساتھ ہی رات کا کھانا کھاتے رہے۔ یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے (بارش بھیج کر) انسانوں کو زندگی عطا فرمائی۔

(حیاۃ الصحابہ جلد ۲ صفحہ ۲۶۳)

حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی منفرد المثال میزبانی :

☆حضرت ابو قتادہ روایت کرتے ہیں :

ایک دفعہ نجاشی کی طرف سے ایک وفد آیا، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم بنفس نفیس ان کی مہمانداری اور خاطر مدارات کا انتظام کرنے لگے، صحابۂ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہم حاضر ہیں، ہم ان کی خاطر مدارات میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھیں گے، حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خود کیوں تکلیف فرماتے ہیں، اس کریم آقا نے ارشاد فرمایا، (ترجمہ) "میرے صحابہ جب وہاں گئے تو ان لوگوں نے ان کی بڑی عزت کی، میں چاہتا ہوں کہ میں ان کو اس خاطر مدارات کا خود صلہ دوں۔"

(سیرۃ الرسول المعروف بہ ضیاء النبی، از پیر کرم شاہ ازہری، جلد ۵/صفحہ ۳۶۵)

☆ایک روز ایک بدو خدمت اقدس میں حاضر ہوا اور سوال کیا کہ اسے کوئی چیز عطا کی جائے، سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اس وقت جو میسر تھا اسے دے دیا اور پوچھا، کیا میں نے تیرے ساتھ کوئی احسان کیا ہے؟ اعرابی بولا نہ آپ نے میرے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے اور نہ کوئی قابل تعریف بات کی ہے، اس کے اس گستاخانہ جواب کو سن کر اہل اسلام غصہ سے بھر گئے اور اس کی طرف دوڑے تاکہ اس گستاخ کا سر قلم کر دیں، سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے انہیں سختی سے حکم دیا "رک جاؤ، کوئی آگے نہ بڑھے۔"

اس ارشاد کے بعد سرکار دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے کاشانۂ اقدس میں تشریف لائے، بدو کو بھی بلا بھیجا، جب وہ حاضر ہوا تو اس کو مزید عطا فرمایا، اور اس کی جھولی بھر دی، پھر دریافت کیا، کیا میں نے تمہارے ساتھ کوئی بھلائی کی ہے، کہنے لگا نعم یا رسول اللہ! اے اللہ کے رسول آپ نے بڑا احسان فرمایا، اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے، میرے اہل و عیال کی طرف سے بھی اور میرے قبیلہ کی طرف سے بھی۔

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جب یہ جملہ سنا تو اسے فرمایا، تم نے پہلے جو بات کہی تھی اس سے میرے صحابہ کو بڑا دکھ ہوا، اگر تم پسند کرو تو یہی بات ان کے سامنے دہرا دو تاکہ ان کا رنج دور ہو جائے اور تیرے بارے میں ان کے سینے میں جو خلش ہے وہ نکل جائے، اس نے عرض کی بصد مسرت میں ان کے سامنے یہ جملہ دہرانے کے لیے تیار ہوں، دوسرے

روز صبح یا عشا کے وقت وہ پھر خدمت اقدس میں حاضر ہوا، رحمت عالم ﷺ نے اپنے صحابہ کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، اس اعرابی نے کل جو بات کہی تھی اور تم نے سنی پھر ہم نے اس کو مزید عطا فرمایا اور اس کی جھولی بھر دی، تو اس نے بتایا کہ وہ اب راضی ہو گیا ہے، حضور ﷺ نے اس اعرابی کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا، کیا یہ بات ٹھیک ہے ؟کہ تم راضی ہو گئے ہو، اس نے کہا، ہاں میں راضی ہوں، اللہ تعالیٰ میرے اہل و عیال اور قبیلہ کی طرف سے حضور ﷺ کو جزائے خیر عطا فرمائے، یہ جو آپ نے عطا فرمایا ہے یہ ان کے فقر و افلاس کو دور کر دے گا۔

(سیرۃ الرسول المعروف بہ ضیاء النبی، از پیر کرم شاہ ازہری، جلد ۵ ر صفحہ ۳۵۷)

حضور پاک ﷺ کا جانوروں کے ساتھ حسن سلوک:

☆حضرت امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ ''الادب المفرد''میں حضرت ابن مسعود سے روایت کرتے ہیں ''رسول اللہ ﷺ نے ایک جگہ قیام فرمایا، وہاں ایک چڑیا کا گھونسلا تھا، کسی شخص نے اس گھونسلے سے اس کے انڈے اٹھا لیے، وہ چڑیا آئی اور حضور ﷺ کے سر پر چکر لگانے لگی، حضور ﷺ نے صحابہ سے پوچھا کس نے اس کے انڈے اٹھا کر اسے تکلیف پہنچائی ہے ؟ایک صحابی نے عرض کی، انا یا رسول اللہ، یا رسول اللہ !انڈے میں نے اٹھائے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا، جاؤ اور اس کے انڈے اس کے گھونسلے میں رکھ دو

(سیرۃ الرسول المعروف بہ ضیاء النبی، از پیر کرم شاہ ازہری، جلد ۵ ر صفحہ ۳۶۲)

☆حضرت عبد اللہ بن ابی بکر بن حزم رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ فتح مکہ کے موقع پر جب '' عرج '' کے مقام سے روانہ ہوائے تو حضور ﷺ نے ایک کتیا دیکھی، جس کے چھوٹے چھوٹے بچے اس کا دودھ پی رہے تھے اور وہ غرا رہی تھی، سرکار دو عالم ﷺ نے ایک صحابی کو حکم دیا کہ وہ اس کتیا اور اس کے بچوں کی حفاظت کے لیے یہاں کھڑا رہے، تاکہ کوئی لشکری انہیں اذیت نہ پہنچائے۔

(سیرۃ الرسول المعروف بہ ضیاء النبی، از پیر کرم شاہ ازہری، جلد ۵ ر صفحہ ۳۶۳)

قارئین ! امریکہ کے سابق وزیر خارجہ کولن پاول کے مطابق : کرۂ ارض کی نصف آبادی تقریباً تین ارب انسان شدید غربت و افلاس کی زندگی گزار رہے ہیں، ایک ارب سے کچھ زیادہ صاف پانی سے محروم ہیں، دو ارب لوگ صحت و صفائی کے مناسب انتظام سے محروم اور بجلی کی قلت سے دو چار ہیں۔

(دہشت گردی کے خلاف عالمی جنگ کے معصوم شکار صفحہ ۳۵۰)

فوڈ اینڈ ایگریکلچر آرگنائزیشن کے ۷ ر جنوری ۲۰۰۵ء کو جاری کردہ بیان سے پتا چلتا ہے کہ قرن افریقہ کے ایک کروڑ دس لاکھ انسان موت کے منہ میں جانے والے ہیں۔ (ایضا)

ایسی صورت میں ہمیں اپنے آقا ﷺ اور ان کے متبعین کی اتباع کرتے ہوئے حسب سابق خدمت خلق کرتے رہنا چاہئے، یہ سچ ہے کہ ہماری خدمات کو دنیا کبھی اچھی نظر سے دیکھتی ہے اور کبھی بری نظر سے دیکھتی ہے بلکہ موقع مل جائے تو انہی خدمات کو کچھ کا کچھ نام بھی دیتی ہے، مگر پھر بھی حق پسندوں کی اکثریت یہ ماننے پر مجبور ہے کہ اگر آج بھی مصطفوی فرمان کے مطابق ایمادارانہ خدمتِ خلق کی جائے تو جنگ زدہ ممالک ہوں یا پھر مظلوم فلسطینی، افغانی خواتین ہوں یا پھر میانماری پریشان حال، آسامی بچے ہوں یا پھر ایک ایک روٹی کو ترس رہے افریقی و صومالی معصوم بچے، غرض کہ چمن انسان کا ہر پودا سرسبز و شاداب نظر آئے گا۔ بدقسمتی سے آج فیاضی کا کٹورہ ان لوگوں کے ہاتھوں میں بھی ہے جن کی وجہ سے دنیا غربت و افلاس کی چکی میں پستی جا رہی ہے اور اگر یہ سلسلہ بدیوں ہی جاری رہا تو مستقبل قریب میں دنیا میں غریبوں کی تعداد مزید بڑھے گی جو ایک مہذب دنیا کے لیے فال بد ہوگی۔

اس لیے مسلمانوں کو چاہئے کہ اپنے جذبۂ خدمت خلق کے ساتھ پھر میدان عمل میں آئیں اور پوری ایمانداری سے آئیں، قانونی اور ملکی ضوابط کے تقاضوں کی خانہ

پوری کرتے ہوئے آئیں اور سسکتی انسانیت کی امداد کریں، اس لیے کہ زمین ہمارے خدا کی ہے خلق خدا ہمارے معبود کی مخلوق ہے مسجدوں کے قریب بیت المال بنائیں، معاشرے کے غریبوں، فقیروں اور مسکینوں، اسکول میں پڑھنے والے طلبہ و طالبات کی امداد کریں، راہ گیروں اور مسافروں کی امداد کریں، اپنے بیٹوں سے پریشان ضعیف بزرگوں کی امداد کریں، ہر گھر کو امن و سکون کا گہوارہ بنانے کے لیے جدو جہد کریں، مجھے یقین ہے کہ اس سے ہمارا معاشرہ امن و سکون کا گہوارہ بن جائے گا، پھیلی ہوئی نفرتوں کی فضائیں اپنا رخ بدلنے پر مجبور ہوگی، فکر و افسردگی کے بادل چھٹ جائیں گے، ابر محبت و مودت جھما جھم برسے گی، ارحموا من فی الارض یرحمکم من فی السماء کے مصداق ہم پر پر ہو رہے ظلم و بربریت کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہمیں خدمت خلق کرنے کی توفیق دے، جب تک دنیا میں رہیں ایمان کے ساتھ رکھے، اہل سنت و جماعت پر قائم دائم رکھے، آمین ثم، بجاہ نبی الکریم ﷺ۔☆☆

حق گوئی

انس مسرور ترابی

عرب کے مشہور قبیلہ کنانہ کی بہادر خاتون دارمیہ ان جانباز عورتوں میں سے تھیں جنہوں نے حضرت علی اور امیر معاویہ کے مابین جنگ میں حضرت علیؓ کا ساتھ دیا تھا۔

فتح کے بعد امیر معاویہ ایک بار حج کرنے مکّہ معظّمہ آئے تو انہوں نے لوگوں سے پوچھا: ”دارمیہ کے بارے میں کچھ بتاؤ۔ آج کل وہ کہاں ہے؟“

بتایا گیا کہ آج کل وہ یہیں مکہ معظمہ میں آئی ہوئی ہیں۔ امیر معاویہ نے آدمی بھیج کر انھیں بلوایا۔ وہ آئیں تو ان سے سوال کیا:

معاویہ: تمہیں خبر ہے کہ میں نے تمہیں کیوں بلایا ہے۔؟

دارمیہ: مجھے کیا معلوم؟ غیب کا حال صرف خدا جانتا ہے!

معاویہ: میں تم سے یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ تم نے علی کا ساتھ کس لیے دیا؟

دارمیہ: اگر ممکن ہو تو مجھے اس سوال سے معاف رکھیں۔

معاویہ: ہرگز نہیں، میں تم سے اس سوال کا جواب ضرور لوں گا۔

دارمیہ: آپ نہیں مانتے تو سنیے۔ میں نے حضرت علی کا ساتھ اس لیے دیا کہ وہ لوگوں کے ساتھ نہایت مہربانی و مروّت اور انصاف کے ساتھ پیش آتے تھے۔ وہ کسی کی حق تلفی نہیں کرتے تھے۔ غریبوں اور مسکینوں کے ساتھ بڑی محبت اور ہمدردی کا برتاؤ کرتے تھے۔ دینداروں کی عزّت کرتے تھے۔ رہی یہ بات کہ میں آپ کی عداوت اور مخالفت کیوں کرتی تھی؟ تو سنیے، آپ ایک ایسے شخص سے جنگ کرنے پر آمادہ ہوئے جو آپ سے اچھا تھا۔ آپ نے وہ حق (خلافت) مانگا جس کے حقدار نہ تھے۔ آپ نے خوں ریزی کی بنیاد ڈالی اور فتنہ وشر کی آگ بھڑکائی۔ آپ نے اپنی خواہشات کی پیروی کی اور خدا کے حکم سے منہ پھیر لیا۔ یہ کیسے ممکن تھا کہ جو لوگ حق اور انصاف کو پسند کرتے تھے وہ آپ کی حکومت سے خوش رہتے اور حضرت علی کا ساتھ نہ دیتے۔

دارمیہ کا چہرہ جوش جذبات سے تمتمانے لگا۔ حق گوئی کی ایسی مثال کہاں کسی نے دیکھی تھی۔

یہ زمانہ امیر معاویہ کے عروج کا تھا۔ عرب کے علاوہ دور دراز کے ملکوں تک ان کی حکومت پھیلی ہوئی تھی۔ وہ ایک بڑے بادشاہ تھے اور لوگ ان سے خوف کھاتے تھے۔ ان کا ایک اشارہ دارمیہ کے لیے مصیبتوں کے دروازے کھول سکتا تھا لیکن امیر معاویہ نے دارمیہ کی تلخ وترش باتوں کو بڑے ضبط وتحمل کے ساتھ سنا۔ پھر پوچھا:

معاویہ: اے نیک بخت! تو جو علی کے بارے میں اتنی بڑی بڑی باتیں کر رہی ہے، کیا تو نے علی کو دیکھا بھی ہے؟

دارمیہ: کیوں نہیں دیکھا، بالکل دیکھا ہے۔

معاویہ: تو نے انھیں کیسا پایا؟

دارمیہ: (بے خوفی کے ساتھ) حضرت علی کو آپ کی طرح حکومت وسلطنت کے نشہ نے دیوانہ نہیں بنا دیا تھا۔ وہ حاکم ہو کر اپنے فرائض سے غافل نہیں ہوئے۔ انھوں نے ہر حال میں خدا کو یاد رکھا اور عدل وانصاف کی راہ سے ذرا بھی نہیں ہٹے۔

معاویہ: تم نے کبھی حضرت علی کی تقریر سنی ہے؟

دارمیہ: کیوں نہیں سنی ہے؟ بیشک سنی ہے۔ ان کا کلام دلوں کی سیاہی اس طرح دور کرتا تھا جیسے روغن زیتون برتنوں کے زنگ کو دور کرتا ہے۔

معاویہ: بیشک تو ٹھیک کہتی ہے۔ بیان کر اگر تیری کوئی حاجت ہو تو میں پوری کر دوں۔

دارمیہ: کیا واقعی آپ میری حاجت پوری کریں گے؟

معاویہ: ہاں، ضرور پوری کروں گا۔ بیان کر۔

دارمیہ: تو پھر مجھے سرخ رنگ کی سو اونٹنیاں دلا دیجیے اور ان کو ہانکنے اور چرانے والے بھی۔

عربوں کے لیے سرخ انٹنیاں بہت اہم اور قیمتی ہوتی تھیں۔ وہ اپنی بیٹیوں سے کہیں زیادہ سرخ اونٹنیوں سے محبت کرتے تھے۔ اور دارمیہ نے حد کر دی تھی۔ انھیں بہت برا بھلا کہا تھا۔ توہین کی تھی۔ ہتک عزت کی تھی۔ اور اب ایک دو نہیں بلکہ سو سرخ انٹنیاں اور انھیں ہانکنے، چرانے والے بھی طلب کیے تھے۔ یہ بہت بڑی دولت تھی۔ اور ایسے آدمی سے مانگی گئی تھی جس کے خلاف وہ جنگ میں حصّہ لے چکی تھیں۔ پھر بھی

حضرت امیر معاویہ نے کہا:

معاویہ: اگر میں تمھاری یہ مراد پوری کردوں تو کیا تمھارے دل میں علی کے برابر میری جگہ ہوجائے گی؟

دارمیہ: ہرگز نہیں، یہ ناممکن ہے۔ میں حضرت علی کے برابر ہرگز آپ سے محبت نہیں کرسکتی۔ نہ ان جیسی میرے دل میں آپ کی عزت ہو سکتی ہے۔

امیر معاویہ کو دارمیہ کا یہ کھرا اور صاف جواب گراں گزرا لیکن انہوں نے صبر وضبط سے کام لیا۔ وہ جانتے تھے کہ دارمیہ دنیادار عورت نہیں ہے۔ سچّی بات کہنے میں اسے کسی کا خوف نہیں۔ اگر وہ دنیادار عورت ہوتی تو مصلحت سے کام لیتی اور اس موقع کو غنیمت جان کر ہر بات کا اقرار کر لیتی، اس طرح وہ بڑی دولت حاصل کرسکتی تھی۔ لیکن جو لوگ آخرت کی تمنا رکھتے ہیں ان کے قدموں میں ساری دنیا کی دولت بھی ڈھیر کردی جائے تب بھی وہ جھوٹ اور فریب کا راستہ نہیں اختیار کرتے۔ دارمیہ نے وہی باتیں کہیں جو ان کے دل میں تھیں۔ امیر معاویہ کی بادشاہت اور ان کا اقتدار نہ دارمیہ کو جھوٹ بولنے پر مجبور کرسکے اور نہ وہ کسی کے رعب اور حکمرانی سے خوف زدہ ہوئیں۔ انھونے بھری مجلس میں حق بات کا اعلان کیا۔ کچھ توقف کے بعد امیر نے چند شعر پڑھے۔ جن کا مطلب یہ تھا:

"اگر آج میں تمھارے ساتھ اچھا سلوک نہ کروں اور صبر وضبط سے پیش نہ آؤں تو میرے بعد کون ہوگا جس سے تم اس کی امید کرسکتی ہو؟ یہ عطیہ تمھیں مبارک ہو اور اس شخص کو یاد رکھو جس نے دشمنوں سے جنگ کے بدلہ میں صلح اور نرمی کا برتاؤ کیا۔

یہ اشعار پڑھ کر وہ بولے: اگر ایسا ہی واقعہ تمھیں علی کے ساتھ پیش آتا تو سچ کہنا کیا وہ بھی اسی طرح فیاضی اور دریادلی کا برتاؤ کرتے اور تمھاری ان سخت اور تلخ باتوں کے جواب میں اسی طرح نرمی اور درگزر سے کام لیتے؟

دارمیہ: جہاں تک فیّاضی اور دریادلی کا تعلق ہے، میں یقین رکھتی ہوں کہ وہ بیت المال میں سے جس میں تمام مسلمانوں کا حق برابر ہے، اونٹنی تو کیا بلّی کا بچّہ بھی دینا گوارا نہ کرتے۔ ہاں، نرمی کی بات یہ ہے کہ خدا جانتا ہے وہ آپ سے زیادہ انصاف کرنے والے اور حق کی باتیں سن کر سر جھکا دینے والے تھے۔

دارمیہ کی ان تلخ وترش اور صاف صاف باتوں کو سن کر امیر معاویہ سناٹے میں آگئے اور جلد سے جلد سو سُرخ اونٹنیاں وعدہ کے مطابق دے کر دارمیہ کو رخصت کردیا۔ دارمیہ کی حق گوئی تاریخ کا ایک حصہ بن گئی۔ ☆

(ص:۱۹/ کا بقیہ)

۶	مولانا نواب مرزا بریلوی	۱	اردو
۷	مولانا نذیر الحق بہارہ رمضان پوری	۱	اردو

ہمارے پیش نظر اظہار روداد مطبوعہ مطبع اہل سنت مشمولہ رسائل حسن ہے، اس کے سرورق پر تحریر ہے:

"رُوداد سالِ اوّل آمد و صرف مدرسہ اہل سنت معروف منظر اسلام واقع بریلی المسمّٰی بنام تاریخی اظہارِ رُوداد[۱۳۲۲ھ]"

اس کے نیچے تحریر ہے:"مرتبہ محمد حسن رضا خان حسن قادری ابو الحسینی، منتظم دفتر مدرسہ، بابت ۱۳۲۲ھ"

۴۶/ صفحات پر مشتمل اظہار رُوداد رسائل حسن میں ص: ۴۸۳ تا ۵۲۹ میں شامل ہے جو کہ مولانا ثاقب رضا ضیائی اور مولانا افروز قادری چریا کوٹی کی ترتیب و تحقیق سے منظر پر عام آچکا ہے۔

کوائف اخراجات: یہ"منظر اسلام" کے دوسرے سال کی روداد ہے، اس میں دوسرے سال کی آمدنی اور خرچ کی تفصیلات ہیں۔ نیز کلاس وار طلبا کی تعداد اور زیر درس کتابوں کی نشان دہی، اساتذہ و ممتحن حضرات کے اسمائے گرامی اور ان کے گرامی نامے بھی درج ہیں۔ منظر اسلام سے جاری ہونے والے دو فتاوے ایک فارسی میں مولانا غلام محمد بہاری اور ایک اردو میں مولانا ظفر الدین رضوی بہاری کا شامل ہے۔

علامہ عبد الحکیم شرف قادری علیہ الرحمۃ اس رُوداد پر تبصرہ کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں:" اس روداد سے منظر اسلام کے نصاب کا پتہ چلتا ہے، نصاب میں جہاں منطق کی کتب میر زاہد، ملا جلال، ملا حسن، حمد اللہ، قاضی مبارک، شرح سلم، بحر العلوم۔ فلسفہ میں میبذی۔ اور علم ہیأت میں تصریح وغیرہ کتب شامل ہیں، وہیں شفا شریف اور مسند امام اعظم بھی شامل نصاب ہیں جنھیں آج بھی شامل نصاب کرنے کی ضرورت ہے۔ اسی طرح فارسی کی متعدّد کتب تعلیم عزیزی، اخلاق محسنی، انوار سہیلی، گلزار دبستان(حصہ اوّل)، رُقعات مظہر الحق وغیرہ شامل ہیں"۔

(ماہنامہ اعلی حضرت، منظر اسلام نمبر۔ قسط دوم:۵۶ بحوالہ رسائل حسن)

مطبع اہل سنت و جماعت بریلی، سے شائع شدہ قدیم نسخے کا سرورق پر یہ تحریر ہے:" رُوداد سالِ دوم آمد صرف مدرسہ اہل سنت معروف بہ منظر الاسلام واقع بریلی مسمّٰی بہ "کوائف اخراجات"[۱۳۲۳ھ] مرتبہ محمد حسن رضا خان حسن قادری بوالحسینی منتظم دفتر مدرسہ ۱۳۲۳ھ" (رسائل حسن، ص:۵۳۱)

یہ مقالہ دستیاب معلومات کے اعتبار سے ہے ورنہ مطبع اہل سنت کے مطبوعات کی تعداد سیکڑوں میں ہیں۔ ان میں سے ۶۴/ کتابیں اور رسائل صرف "کتب خانہ قادریہ" واقع مدرسہ قادریہ بدایوں میں محفوظ ہیں۔ ☆

حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

کی شان وعظمت

حافظ محمد ہاشم قادری مصباحی

رب تبارک وتعالیٰ نے ہمیشہ اپنے بندوں کی رہنمائی کے لیے انبیاے کرام کو مبعوث فرمایا حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر آخری نبی محمد رسول اللہ صادق الوعدالامین ﷺ نے بنی نوع انسان کو اللہ کی وحدانیت کا پیغام دیا اور رشد وہدایت کی تعلیم دی اور بتا یاکہ اِهۡدِنَا الصِّرَاطَ الۡمُسۡتَقِيۡمَ ہی سیدھا راستہ ہے، اسی پر چل کر انسان اللہ کی بار گاہ کا پیارا بندہ ہونے کا شرف حاصل کر سکتا ہے۔ اللہ رب العزت نے اولادِ آدم سے اس بات کا عہد لیا ہے کی میرا راستہ سیدھا ہے اسی پر چلنا، شیطان کو نہ پوجنا، ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَیْكُمْ یٰبَنِیْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّیْطٰنَۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِیْنٌۙ وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ. (سورہ یٰسین: ۶۰، ۶۱)

ترجمہ: اے اولادِ آدم کیا میں نے تم سے عہد نہ لیا تھا کہ شیطان کو پوجنا بیشک وہ تمھارا کھلا دشمن ہے، اور میری بندگی کرنا یہ سیدھی راہ ہے،۔ (کنزالایمان)

جب نبی آخر الزماں ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا لوگوں کو اسلام کی دعوت دی کی اے لوگو! اللہ ایک ہے اسی کی عبادت کرو اور میں اللہ کا بھیجا ہوا رسول ہوں محمد رسول اللہ صادق الوعدالامین کا اعلان سنتے ہی حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضور نبی کریم ﷺ کو گلے لگالیا اور پیشانی چومتے ہوئے کہا:

لا اله الاالله محمد رسول الله.

میں گواہی دیتا ہوں اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے سچے رسول ہیں۔

نبی آخر الزماں ﷺ پر ایمان لانے والے حضرت سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سب سے پہلے انسان ہیں، ظاہری اعلان نبوت سے پہلے ہی آقا ﷺ صادق الوعدالامین کے لقب سے مشہور تھے آپ کی سچائی پر اعتبار کرنے اور ایمان لانے پر آپ کو ”صدیق“ کا لقب ملا۔ آپ کے ایمان لانے کا واقعہ بہت دلچسپ وطویل ہے مختصر تفصیل یہ ہے:

ربیعہ بن کعب فرماتے ہیں: حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا اسلام لانا آسمان وحی کی مانند تھا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ: اسلام سے قبل حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا شمار علاقہ کے بڑے تاجروں میں ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ تجارت کے سلسلے میں آپ ملک شام تشریف لے گئے، یہاں قیام کے دوران ایک رات آپ نے خواب دیکھا کہ چاند اور سورج آسمان سے نیچے اتر آئے ہیں اور آپ کی گود میں داخل ہو گئے ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق نے ایک ہاتھ سے چاند اور سورج کو پکڑ کر اپنے سینے سے لگالیا حضرت ابوبکر نید سے بیدار ہوئے تو اس عجیب وغریب خواب کی تعبیر پوچھنے کے لیے قریب ہی ایک راہب کے پاس گئے۔ اس راہب نے سارا خواب سن کر آپ سے پوچھا: تم کہاں سے آئے ہو؟ آپ نے فرمایا؛ مکہ سے، اس نے پھر پوچھا: کیا کرتے ہو؟ فرمایا: تاجر ہوں؟ وہ راہب کہنے لگا: اگر اللہ تعالیٰ نے تمھارے خواب کو سچ فرمایا دیا، تو وہ تمھاری ہی قوم میں ایک نبی مبعوث فرمائے گا، اس کی زندگی میں تم اس کے وزیر ہوگے اور وصال کے بعد اس کے جانشین ہوگے۔

حضرت ابوبکر صدیق نے اس واقعے کو پوشیدہ رکھا اور کسی کو نہیں بتایا اور جب حضور ﷺ نے نبوت کا اعلان فرمایا تو آپ نے یہی واقعہ بطور دلیل حضور کے سامنے پیش کیا اور حضور ﷺ کو گلے لگایا اور پیشانی چومتے ہوئے کہا میں گواہی دیتا ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں۔ اسی وجہ سے آپ ﷺ نے آپ کو ”صدیق“ کے لقب سے نوازا۔ (ریاض النضرة: جلد اول صفحہ ۱۸۳)

hhmhashim786@gmail.com

صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کی عظمت :

صحابہ کی فضیلت میں قرآن کی آیتیں شاہد ہیں اور احادیث طیبہ میں کثرت سے عظمتِ صحابہ کا ذکر موجود ہے۔ قرآن کریم میں محمد رسول اللہ صادق الوعد الامین ﷺ کے سچ لانے اور سچ قبول کرنے کا ذکر اس طرح ہے:

وَالَّذِیْ جَآءَ بِالصِّدْقِ وَصَدَّقَ بِهٖۤ اُولٰٓىٕكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ۝۳۳
لَهُمْ مَّا یَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِیْنَ ۝۳۴

(القرآن، سورہ زمر ۳۹، آیت ۳۴ سے ۳۳)

ترجمہ: اور وہ جو یہ سچ لے کر تشریف لائے اور جنھوں نے اس کی تصدیق کی یہی ڈر والے ہیں۔ ان کے لیے ہے وہ جو چاہیں اپنے رب کے پاس صلہ کا صلہ ہے۔ (کنزالایمان)

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ بڑے درجہ والے ہیں، صواعق محرقہ میں بروایت ابن عساکر میں ہے حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ سچائی لانے والے حضور ﷺ ہیں جو بظاہر اعلان نبوت سے پہلے ہی صادق الوعد الامین سے مشہور تھے یہ لقب نہ پہلے کسی کو ملا تھا نہ ہی قیامت تک کسی کو ملے گا۔ اور سچائی کی تصدیق کرنے والے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں اللہ کے وہاں اِن کا بڑا درجہ بڑی عزت بہت شان و شوکت ہے یہ آیت کریمہ اس امر کی گواہ ہے۔ (تفسیر نورالعرفان ص، ۳۰۷)

اور یہ آیت کریمہ صحابۂ کرام کی شان وعظمت و فضیلت میں چار چاند لگا رہی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

رَضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ۔

(القرآن، سورہ التوبہ ۹، آیت ۱۰۰)

ترجمہ: اور مہاجرین کے مددگار (انصار) میں سے سبقت لے جانے والے، سب سے پہلے ایمان لانے والے اور درجۂ احسان کے ساتھ ان کی پیروی کرنے والے، اللہ ان (سب) سے راضی ہوگیا اور وہ (سب) اللہ سے راضی ہوگئے اور اس نے ان کے لیے جنتیں تیار فرما رکھی ہیں جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں، وہ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں، یہی زبردست کامیابی ہے۔

تمام صحابۂ کرام کے جنتی ہونے کا اعلان قرآن کریم میں ہو چکا صحابۂ کرام کی تعداد کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار ہے جن میں بعض کے فضائل خصوصی قرآن و حدیث میں منقول ہیں جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو سب سے پہلے ایمان لائے پھر عورتوں میں حضرت خدیجۃ الکبریٰ (پہلے ایمان لانے سے آپ کو بھی کُبریٰ کا خطاب ملا) اور بچوں میں حضرتِ علی کرم اللہ وجہہ الکریم۔ ابو بکر صدیق کا لقب "یارِ غار" بھی ہے جس کا ذکر سورہ توبہ میں موجود ہے، آپ کا لقب ثانی اِثْنَین بھی ہے حضور کے بعد سب سے بڑا آپ کا درجہ ہے کہ انھیں رب نے حضور کا ثانی فرمایا سورہ توبہ آیت نمبر ۹۔ اسی لیے حضور ﷺ نے انھیں اپنے مصلیٰ پر امام بنایا، حضور کی حیات میں آپ نے ۹ بار امامت فرمائی، آپ کی فضیلتوں میں یہ بھی ہے کی آپ کی چار پشت صحابی ہیں اور والدین بھی صحابی ہیں۔ آپ خود بھی صحابی ہیں۔ آپ کی اولاد بھی صحابی ہیں۔ آپ کی اولاد کی اولاد بھی صحابی ہیں یہ صرف آپ کی خصوصیت ہے، آپ کا لقب "عتیق" بھی ہے صحابی کے درجات کو قرآن نے جگہ جگہ بیان کیا ہے حدیث پاک میں بھی نبی صادق ﷺ نے بتایا، فرمایا: حضرت ابو سعد خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے، حدیث اس طرح سے ہے۔

"لاتسبُّوا اصحابی؛ فلو اَن اَحدَ کم مثل اَحدٍ ذهَبًا مَا بَلَغ مُدَّ اَحد هم ولا نصیفه"؛ اخرجه الشیخان فی "صحیحیهما".

ترجمہ: میرے اصحاب کو برا مت کہو۔ اگر کوئی شخص اُحد پہاڑ کے برابر بھی سونا (اللہ کی راہ میں خرچ کر ڈالے تو ان کے ایک مُد کے غلہ کے برابر بھی نہیں ہو سکتا اور نہ آدھہ مد کے برابر۔

(بخاری، حدیث ۳۶۷۳)

(اس حدیث کے راوی عبداللہ بن داوود، ابو معاویہ، اور محاضر نے بھی روایت فرمائی ہے)

سبحان اللہ! حضرت ابو بکر کی فضیلت میں بے شمار حدیثیں ہیں یہ حدیث مطالعہ فرمائیں۔ حضرت عبدالعزیز بن عبداللہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ کے زمانہ میں جب صحابہ کے درمیان انتخاب کے لیے کہا جاتا تو سب میں افضل اور بہتر ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قرار دیتے، پھر عمر

بن خطاب رضی اللہ عنہ کو پھر عثمان بن عفان رضی اللہ عنہ کو۔
(صحیح بخاری، حدیث ۳۶۵۵)

جب قرآن کریم واحادیث طیبہ میں آپ کی شان و فضیلت کا ذکر ہے تو کوئی انسان آپ کی تعریف کیا کر سکتا ہے چند خوبیاں مطالعہ فرمائیں، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ اسلام قبول کرنے کے بعد آپ تمام اسلامی جہادوں میں شامل رہے، حق و باطل کی پہلی جنگ، جنگ بدر، اُحُد، خندق، تبوک، حدیبیہ، بنی نضیر، بنی مصطلق، حنین، خیبر، فتحِ مکہ سمیت تمام "غزوات" (غزوہ) وہ جہاد جس میں رسولِ کریم ﷺ شریک ہوئے) میں سرکار دوعالم کی ہمراہی میں شامل رہنے کا شرف حاصل رہا۔ غزوہ تبوک میں آپ نے جو اطاعت رسول کیا، ایثار (قربانی) وسخاوت کا نمونہ اللہ کے راہ میں پیش کیا جس کی مثال تاریخ عالم میں ملنا مشکل ہی نہیں ناممکن ہے۔ اس غزوہ میں سرکار دوجہاں ﷺ کی ترغیب (کسی کام کے کرنے پر آمادہ کرنا) پر تمام صاحب استطاعت صحابہ نے دل کھول کر لشکرِ اسلامی کی امداد کی مگر ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان سب پر اس طرح سبقت حاصل کی، کہ آپ اپنے گھر کا سارا مال لے آئے۔ جب رسول اللہ ﷺ نے پوچھا کہ: اے ابوبکر! گھر والوں کے لیے بھی کچھ چھوڑا ہے؟" تو آپ نے عرض کی "گھر والوں کے لیے اللہ اور اس کا رسول ﷺ ہی کافی ہیں"۔

پروانے کو چراغ ہے، بلبل کو پھول بس
صدیق کے لیے خدا کا رسول بس

دورِ رسالت میں امامت واول امیر المومنین:

دورِ رسالت کے آخری ایام میں رسول اللہ ﷺ نے آپ کو نمازوں کی امامت کا حکم دیا۔ آپ نے مسجدِ نبوی میں سرکار دوعالم ﷺ کے حکم پر مصلائے رسول پر نمازوں کی امامت فرمائی۔ نبی کریم ﷺ کا یہ اقدام آپ کی خلافت کی طرف واضح اشارہ تھا۔ ایک دفعہ نماز کے وقت میں ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ مدینہ سے باہر تھے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ نے آپ کو نہ پاکر حضرت عمر فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کو نماز کی امامت کو کہا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو امامت کرواتا دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا: اللہ اور اس کا رسول یہ پسند کرتا ہے کہ ابوبکر رضی اللہ عنہ امامت کرے۔ یہ بات حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ پر آپ ﷺ کے اعتماد کا اظہار تھا کہ آپ ہی مسلمانوں کے پہلے خلیفہ ہوں

آپ ﷺ کے اس دنیا سے پردہ فرمانے کے بعد صحابۂ کرام کے مشورے سے آپ کو جانشینِ رسول مقرر کیا گیا۔ آپ کی تقرری امت مسلمہ کا پہلا اجماع کہلاتی ہے۔ بارِ خلافت سنبھالنے کے بعد آپ نے مسلمانوں کے سامنے پہلا خطبہ دیا۔" بہت طویل خطبہ میں بہت سی باتیں ارشاد فرمائیں، میں آپ لوگوں پر خلیفہ بنایا گیا ہوں حالانکہ میں نہیں سمجھ تاکہ میں آپ سب سے بہتر ہوں۔ اس ذات پاک کی قسم! جس کے قبضے میں میری جان ہے، میں نے یہ منصب وامارت اپنی رغبت اور خواہش سے نہیں لیا، نہ میں یہ چاہتا تھا کہ دوسرے کے بجائے یہ منصب مجھے ملے، نہ کبھی میں نے اللہ رب العزت سے اس کے لیے دعا کی اور نہ ہی کبھی میرے دل میں اس منصب لیے حرص پیدا ہوئی"۔

آپ کی حق گوئی سچائی کی جو باتیں آپ نے خطبہ میں فرمائیں ان میں سے یہ بھی ہے فرمایا:

" سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔"

آپ کی اس نصیحت پر ہم تمام مسلمانوں کو عمل پیرا ہونا چاہیے دنیا وآخرت کی کامیابی اسی میں ہے اللہ رب العزت نے ارشاد فرمارہا ہے

ترجمہ: اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ۔ (القرآن، سورہ توبہ ۹، آیت ۱۱۹)

اللہ رب العزت نے اس آیتِ کریمہ میں یہ تعلیم فرمائی ہے کہ انسان کو اپنی صحبت سچے لوگوں کے ساتھ رکھنی چاہیے، جو زبان کے بھی سچے ہوں، اور عمل کے بھی سچے ہوں، سچائی ایک بہت بڑی نعمتِ عظمیٰ ہے اور سچوں پر اللہ کی رحمتیں برستی رہتی ہیں اور انعام کی بارشیں ہوتی ہیں اللہ رب العزت اپنے متقی پرہیزگار بندوں کے اوصاف بیان فرمارہا ہے:

ترجمہ: (یہ) لوگ صبر کرنے ولے ہیں اور قول وعمل میں سچائی والے ہیں اور آداب واطاعت والے ہیں جھکنے والے ہیں اور اللہ کی راہ میں خرچ کرنے والے ہیں اور رات کے پچھلے پہر (اٹھ کر) اللہ سے معافی مانگنے والے ہیں۔ (القرآن، سورہ آل عمران ۳، آیت ۱۷)

مسلمانوں کو چاہیے کی سچائی کا راستہ اختیار کریں سچوں کی پیروی کریں جھوٹ اور خیانت سے دور رہیں امانت داری میں ہی بھلائی اور نجات ہے اللہ تعالیٰ ہم تمام مسلمانوں کو سچائی پر چلنے کی توفیق دے اور سچوں کی صحبت نصیب فرمائے آمیں ثم آمین۔ ☆☆☆

روہیل کھنڈ کے عظیم فقیہ شاہ سلامت اللہ مجددی رام پوری قدس سرہ کی چند فقہی کتابوں کا تحقیقی جائزہ

جنید احمد

روہیل کھنڈ شمال ہند کا بڑا ہی زرخیز اور اپنے دور کا ایک اہم علمی ادبی، تہذیبی، ثقافتی مرکز رہا ہے۔ روہیل کھنڈ کے بعض علاقے مثلاً بخارائے ہند رامپور، مدینۃ الاولیا بدایوں، بریلی، سنبھل، مرادآباد، شاہجہانپور جیسے شہر تاریخی حیثیت کے حامل ہیں۔ یہ شہر ماضی قریب میں اسلامی و علوم فنون کی خدمات کے سلسلے میں بڑا ہی اہم اور رفعال کردار ادا کر چکے ہیں۔ یہاں سے بے شمار اصحاب علم وفن، نامور علمائے دین اور ادیب پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے ایک خلق کو فیض یاب کیا ہے۔

روہیل کھنڈ کے مرکزی شہر رامپور سے بہت سے علماء، شعراء، ادبا اور دانشوران کا تعلق رہا ہے اور آج بھی ایسے افراد کی کمی نہیں جو ملک و بیرون ملک شہرت کے حامل ہیں۔ حضرت ابو الذکا سراج الدین شاہ سلامت اللہ مجددی نقشبندی رامپوری قدس سرہ کا تعلق بھی رامپور سے رہا ہے اگر چہ آپ کی جائے پیدائش رامپور نہیں آپ شوق علم میں یہاں تشریف لائے تھے لیکن یہاں کی علمی و روحانی فضا اس قدر پسند آئی کہ یہیں کہ ہوکر رہ گئے۔

حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ مجددی رامپوری علیہ الرحمۃ موضع "پسرامپور" ضلع اعظم گڑھ کے رہنے والے تھے[۱]۔ آپ کے والد ماجد کا نام مولانا سید محمد حسین نور اللہ مرقدھا تھا۔ آپ کی پیدائش کی معین تاریخ کا علم نہ ہوسکا اور نہ ہی یہ معلوم ہوسکا کہ آپ نے رامپور کو کب اپنا مستقل وطن بنایا۔ ہاں آپ کا وصال ۱۹۲۰ء میں نوے (۹۰) سال کی عمر میں ہوا تھا جس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آپ کی پیدایش کی تاریخ ۱۲۴۸ھ/۱۸۳۲ء کے آس پاس ہے۔ کتب تواریخ سے اس قدر پتہ چلتا ہے کہ آپ نے عربی فارسی کی ابتدائی تعلیم کا مرحلہ طے کیا ہی تھا کہ فقیہ العصر شیخ الشیوخ فرید العصر حضرت مفتی ارشاد حسین مجددی رام پوری قدس سرہ کی علمی و تدریسی شہرت نے آپ کو رام پور کی طرف مسافرت پر مجبور کردیا۔ رام پور میں آپ کی آمد ہوئی تو اس طرح کہ آپ نے اسی کو اپنا مستقل ٹھکانا بنالیا۔ جب آپ رام پور تشریف فرما ہوئے تو محلہ 'چاہ شور' میں مستقل رہائش اختیار کی البتہ دوران تعلیم کچھ عرصے محلہ 'حلقے والی زیارت' میں قیام فرمایا تھا۔[۲]

آپ ملک عزیز کے اکابر فقہامیں سے ہیں۔ آپ برصغیر کے عظیم فقیہ، محدث، صوفی حضرت مفتی ارشاد حسین مجددی نقشبندی رام پوری علیہ الرحمۃ کے سب سے لائق و فائق شاگرد و جانشین تھے۔ موصوف نے حضرت مفتی ارشاد حسین مجددی رامپوری سے بکمال رغبت فقہ حنفی کا حصول کیا، یوں تو آپ جملہ علوم وفنون میں مکمل دسترس رکھتے تھے لیکن آپ کی شخصیت میں فقہ و تصوف کا رنگ غالب تھا جیسا کہ آپ کی زندگی اور بعض کتب کے مطالعہ سے علم ہوتا ہے۔

اپنے استاذ و شیخ کے وصال کے بعد استاذ کی مسند افتا آپ نے سنبھالی اور اپنے شیخ کی اتباع کرتے ہوئے، موصول ہونے والے مختلف استفتا اور سوالات جو دنیا بھر سے آپ کے پاس آتے تھے ان کے جوابات کے لیے ہفتے میں منگل و جمعہ دو دن کا انتخاب کیا۔ فتاویٰ نویسی کے علاوہ آپ نے فقہ کے موضوع پر متعدّد تصانیف فرمائی، راقم الحروف کو دوران تحقیق آپ کی جو فقہی کتب مختلف کتب خانوں میں دستیاب ہوسکیں ان کا مطالعہ پیش خدمت ہے۔

۱۔ احکام الملة الحقة فی تفسیق قاطع اللحیة

حضرت مولانا سلامت اللہ رام پوری کی اس کتاب کا یہ تاریخی نام ہے جس سے ۱۳۲۴/عدد برآمد ہوتے ہیں یہی ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء اس کتاب کی سن تالیف ہے۔ اصل میں یہ کتاب آپ کے دو فتوے ہیں جو آپ سے داڑھی کے متعلق پوچھے گئے تھے۔ پہلے مستفتی ضیاء الدین نامی کوئی صاحب ہیں جو داڑھی منڈھوانے، کتروانے اور حد شرعی سے کم رکھنے والے کے بارے حکم شرعی جاننا چاہتے ہیں کہ وہ فاسق ہوگا کہ نہیں مصنف نے اس کا جواب ۱۰/صفحات میں دیا ہے دوسرا فتویٰ پیر جی محمد شاہ حسین ساکن 'امروہہ' کی جانب سے طلب کیا گیا ہے جس میں آپ کو داڑھی کی حد شرعی کے بارے میں شرعی رہنمائی مطلوب ہے۔

مصنف صفحہ ۲۶ تک اس دوسرے سوال کا جواب تحریر فرماتے ہیں، پھر ایک صفحہ میں داڑھی سے متعلق احادیث میں جو وعیدیں وارد ہیں ان کو نقل کرتے ہیں۔ اس کے بعد "تنبیہات" کے عنوان سے داڑھی اور اس کے متعلقات پر آخر تک عمدہ تحقیق پیش کی ہے جو زیر بحث مسئلہ میں پیدا شدہ اشکال کو سلجھانے میں کافی مددگار ہے۔ اس کتاب کے ص ۱۱ پر داڑھی سے متعلق ایک اور کتاب کا ذکر بھی ملتا ہے جس کا نام "احکام الحجیٰ فی احکام اللحیٰ" ہے۔

کتاب کے کل صفحات ۴۲ ہیں۔ مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ سے ۱۳۲۴ھ / ۱۹۰۶ء میں طبع ہوئی۔ کتاب کے آخر میں ۱۳ سے زائد علماء و فقہاء کی تصدیقات ہیں۔ [۳]

۲۔ عمدۃ الفائحہ فی ادلۃ جواز العرس والفاتحہ

۸۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ جیسا کہ نام سے ظاہر ہے عرس و فاتحہ کے جواز کے ضمن میں ہے۔ اصل میں یہ ان متعدد سوالات کے جوابات کا مجموعہ ہے جو مصنف سے رام پور اور اس کے اطراف و اکناف سے مختلف اوقات میں کیے گئے تھے۔ مصنف نے تمام فتوؤں کو ایک جگہ جمع کیا اور اپنی طرف سے ایک سوال بنایا پھر اس کا جواب تحریر فرمایا خود فرماتے ہیں کہ "اطراف و جوانب رام پور وغیرہ سے میرے پاس استفتے مضمون ذیل کے متعدد آئے"۔ [۴]

اس کتاب میں مصنف نے فاتحہ و عرس اور ان دونوں کے متعلقات کے ثبوت میں ڈھائی سو سے زیادہ دلائل احادیث و اقوال علمائے محققین سے درج کیے ہیں اور جن کتابوں سے حدیثیں اور روایتیں لی گئی ہیں ان کی تعداد بھی ایک سو بیس سے متجاوز ہو گئی ہے۔ اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ کس عرق ریزی سے آپ نے اس کو تحریر فرمایا ہے۔ اس رسالہ کے مقدمہ میں مصنف نے اپنی کتاب "رسول الکلام فی اثبات المولد و القیام" کا ذکر بھی کیا ہے۔ [۵]

یہ کتاب حضرت مولانا احمد رضا خاں بریلوی اور محمد علیم الدین صاحب علیہما الرحمہ کی تصدیقات سے مزین ہے۔ ۱۳۲۱ھ / ۱۹۰۳ء میں مطبع حنفیہ محلہ بخشی پٹنہ سے پہلی مرتبہ شائع ہوئی۔ [۶]

۳۔ القول الفصل (ماہ صفر میں آخری چہار شنبہ کی اصل)

یہ رسالہ حافظ بشیر خاں رام پوری ساکن محلہ "لال قبر" کے استفتا کا جواب ہے جو ماہ صفر کے آخری چہار شنبہ میں ایصال ثواب اور دعا و استغفار کے لیے قبرستان جانے، اس دن مجالس وعظ اور کھانے وغیرہ کا اہتمام برائے فقرا و مساکین کرنے کے جواز و عدم جواز کے بابت کیا گیا تھا۔ حضرت مولانا الشاہ سلامت اللہ رام پوری نے ان جیسے تمام امور کے متعلق ۴۴ / صفحات پر مشتمل ایک طویل فتویٰ تحریر فرمایا جو ایک مستقل رسالہ کی شکل اختیار کر گیا۔

مطبع سرکاری ریاست رامپور سے ۱۳۳۳ھ / ۱۹۱۵ء میں طبع ہوا۔ [۷]

۴۔ انوکھا گلدستہ عید الفطر سرہند ۱۳۲۵ھ / ۱۹۰۷ء

یہ اس کا تاریخی نام ہے جس سے مذکورہ تاریخ دستیاب ہوتی ہے ساکنان سرہند پنجاب کی جانب سے حضرت سلامت اللہ رام پوری قدس سرہ سے لیا گیا ایک فتویٰ ہے۔ واقعہ یوں ہے کہ سرہند کے رہنے والے ایک غیر مقلد عالم مولوی عبد الحق نامی حنفی بن کر عقائد فاسدہ کی تبلیغ و اشاعت کرتے تھے۔ چند حواریوں اور ساتھیوں کے ساتھ ملکر وہاں کے قاضی بھی بن بیٹھے، عید کا دن آیا تو نماز عید الفطر بھی پڑھائی۔

ساکنان سرہند نے مولانا رحمہ اللہ سے ان کے عقائد و نظریات کی تفصیل لکھ کر ایسے شخص کی اقتدا میں نماز عید الفطر کی صحت کے متعلق سوال کیا۔ استفتا میں ہی سائلین کی ایک فہرست بھی دی ہے جن کی تعداد ۷۰ / سے متجاوز ہے جس سے لگتا ہے کہ بڑی تعداد میں لوگ مذکورہ صورت حال سے دوچار و پریشان تھے۔ فتوے میں بیان کیے گئے عقائد و واقعات کی تصدیق سجادہ نشین درگاہ مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت سید محمد حسین عرف سوندھے شاہ صاحب نے کی ہے جو اسی فتوے میں الگ سے شامل اشاعت ہے۔

حضرت شاہ سلامت اللہ رام پوری نے تحریر کردہ عقائد و نظریات کو باطل گردانہ ہے اور حکم شرعی تحریر فرمایا کہ "ایسا شخص نہ امامت کے لائق اور نہ قضاء کے قابل"۔ [۸]

۲۴ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ ایک درجن سے زائد علمائے اہل سنت کی تصدیقات و تائیدات سے مزین ہے۔ سول اینڈ ملٹری آرگن پریس لدھیانہ سے طبع شدہ ہے۔ [۹]

۵۔ تحقیق المرام فی جواب تعین تقلید الامام

یہ کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے۔ حصہ اول میں تقلید کی شرعی حیثیت پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے اور حصہ دوم میں جو مستقل رسالہ ہے اور جس کا نام کتاب کے سرورق پر "التوثیق المحکم فی فضیلۃ الامام الاعظم" ہے حضرت امام علیہ الرحمۃ کی عظمت و فضیلت کو بیان کیا گیا ہے۔ حصہ دوم میں متعدد اکابرین امت کے

ان اقوال کو جمع کیا ہے جو حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ کی تعریف و توصیف میں ہیں۔ مقلدین ائمہ اربعہ کی ان سولہ کتابوں کے نام بھی دیے ہیں جو امام صاحب کے مناقب میں تالیف کی گئی ہیں۔

کتاب کی ابتدا سوال سے ہوتی ہے مصنف 'سوال اول' کی ہیڈنگ سے شروع کرتے ہیں۔ اولاً سوال قائم کیا جاتا ہے پھر دلائل و براہین سے مزین اس کا جواب تحریر فرماتے ہیں اسی طرح ۱۳؍ سوالات ہیں جن کے تفصیلی جوابات کتاب میں دیئے گئے ہیں۔

اصل کتاب شروع کرنے سے پہلے ۴؍ صفحات پر مشتمل کتاب میں درج تمام مضامین کی اجمالی فہرست ہے۔ آخر میں الفاظ کا صحت نامہ بھی دیا گیا ہے جو ۱۳۲۰ھ / ۱۹۰۲ء میں محمد علیم الدین اسلام آبادی کا مرتب کردہ ہے۔

۹۲ صفحات پر مشتمل یہ رسالہ فقہ و اصول فقہ کا عظیم شاہکار ہے۔ مطبع شمس المطابع مرادآباد سے ۱۳۲۱ھ ۱۹۰۳ء میں طبع ہوا۔ (۱۰)

۶۔ ابصار فی جواب الاستفسار

حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ رامپوری اس کتاب کی تصنیف کے بارے میں فرماتے ہیں کہ "ان دنوں ایک رسالہ "مسمّٰی باستفسار متضمن سوال تقلید شخصی" کا نظر سے گزرا چونکہ دیکھا کہ استدلالات مندرجہ سوال مخالف ہیں تحقیق ائمہ مجتہدین اور اقوال اکابرین علمائے دین کے، اس لیے حسب گزارش سائل اظہار حق کے واسطے چاروں دلیل شرعیہ یعنی قرآن، سنت، اجماع اور قیاس سے جواب مختصر لکھا"۔ (۱۱)

نثر میں مدلل جواب دینے کے بعد نظم میں بھی جواب دیا ہے اور ۱۲۴؍ اشعار پر مشتمل یہ نظمی جواب کتاب کے آخر میں "ضیاء الابصار جواب نظم استفسار" کے نام سے شامل ہے۔

کل صفحات کی تعداد ۹۴ ہے مطبع احسانی رامپور سے ۱۲۲۹ھ / ۱۸۱۴ء میں شائع ہوئی ہے۔ (۱۲)

۷۔ اللولؤ المکنون فی احکام فونو گراف او گراموفون

گراموفون: یہ رسالہ بیسویں صدی کے جدید مسائل میں سے ایک اہم اور نوپید مسئلہ سے متعلق تھا۔ گراموفوں یا فونوگراف ایک قسم کا باجہ ہوتا ہے جس پر گول پلیٹ کی شکل کی سی ڈی رکھ کر غزلیں، گانے، قوالیاں نعت و منقبت، قرآن کی تلاوت وغیرہ سنی جاتی تھیں جو پہلے سے ہی اس میں ٹائپ ہوتی ہیں۔

اب مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ اس قسم کے باجہ سے جس کا مقصد و بنا ہی گانے بجانے کے لیے ہوئی ہے اس کا استعمال قرآن و نعت وغیرہ سننے کے لیے کیا جاسکتا ہے یا نہیں؟ پھر کیا گانے و غزل قرآن و نعت شریف کے ساتھ اس میں بھرا جاسکتا ہے کہ نہیں؟ اس میں نوکری کرنا جائز ہے کہ نہیں؟ اس طرح کے سات سوالات پر مشتمل ایک استفتا شیخ محمد حنفی مجددی فیروزپوری نے مولانا شاہ سلامت اللہ رام پوری سے کیا۔

حضرت مولانا رحمہ اللہ نے سات وجہوں سے اس کے استعمال کو نا جائز ثابت کیا ہے اور اپنے موقف کی تائید میں مختلف فقہی کتب سے جزئیات پیش فرمائے ہیں۔ یہ رسالہ اس موضوع پر کامل اور نہایت جامع ہے۔ شرح وبسط کے ساتھ ہر گوشہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔

یہ کتاب مطبع سعیدی رامپور سے ۱۳۲۸ھ / ۱۹۱۰ء میں طبع ہوئی۔ (۱۳)

۸۔ سخاوت الشرافت فی کشف اسرار الجهر والمخافت:

حضرت مولانا شاہ سلامت اللہ مجددی رام پوری کا یہ رسالہ نماز میں قرآت بالجہر والسر سے متعلق ہے یعنی اس رسالہ میں آپ نے اس امر کی وضاحت فرمائی ہے کہ نماز فجر، نماز مغرب اور نماز عشا میں قرآت بالجہر کیوں رکھی گئی ہے اور نماز ظہر وعصر میں قرآت بالسر کیوں ہے؟ آپ نے جس طرح اور جس انداز میں اس پر گفتگو فرمائی ہے اس سے یہ فقہی رنگ کے بجائے صوفیانہ رنگ اختیار کر گیا ہے۔

رسالہ کے آغاز میں آپ نے نماز میں خشوع و خضوع کی اہمیت و فضیلت پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ "بندے کو اس کی نماز میں اس قدر ہی حصہ ہے جس قدر حضور قلب"۔ (۱۴) اس کے ثبوت کے لیے آپ نے قرآن و حدیث، فقہی روایات اور اقوال ائمہ سے ۱۶؍ دلائل پیش کیے ہیں۔

۷۳ صفحات کا یہ رسالہ محمود پریس حیدرآباد سے طبع شدہ ہے۔ کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی ندوۃ العلماء لکھنؤ میں موجود ہے۔ (۱۵)

۹۔ رفع الحجاب عن مسئلة الخضاب

۳۰ صفحات کا یہ رسالہ 'خضاب' کے بالوں میں لگانے کے متعلق ہے کہ مہندی یا نیل سے تیار کیا خضاب جس سے بالوں میں سیاہی ہو عندالشرع جائز ہے یا ناجائز؟

مولوی حافظ ولی الدین کے اہتمام اور حسب حکم حضرت مولانا محمد انوار اللہ خاں بہادر رحمۃ اللہ علیہ کے، یہ رسالہ متعدد علمائے اسلام کی تصدیقات خصوصاً مفتی حامد حسین صاحب کی تفصیلی تصدیق کے ساتھ مطبع دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد دکن سے طبع ہوا۔ (۱۶)

۱۰۔مہر صداقت المعروف بہ احکام شریعت

یہ رسالہ ایک استفتا کا جواب ہے جو آپ سے مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد ونظریات کے متعلق کیا گیا تھا۔ مستفتی محمد اسماعیل رامپوری نے فرقہ قادیانی کی کتب ورسائل مثلاً حقیقۃ الوحی ،دافع البلاء، در ثمین اور ایک غلطی کا ازالہ نامی کتب سے گیارہ (۱۱) اقوال نقل کرکے ان سے متعلق شرعی حکم طلب کیا اور پوچھا ہے کہ ایسے عقائد ونظریات رکھنے والا کون ہے آیا کہ مسلمان ہے یا کافراور ان عقائد کے حاملین سے میل جول رکھنا جائز ہے یا ناجائز؟۔

حضرت مفتی سلامت اللہ صاحب رامپوری قدس سرہ نے قرآن و حدیث اور فقہی ماٰخذ کی روشنی میں ان اقوال کو کفریہ ثابت کیا ہے۔ فرماتے ہیں کہ ”ان اقوال مردودہ سے قائل کا کفر صریح اور بہتان وافترا سے قبیح آفتاب سے زیادہ روشن ہے ۔“[۱۷] اس رسالہ میں گیارہ علمائے کرام و مفتیان عظام کی تصدیقات ہیں مثلاً مولانا عبدالغفار خاں رام پوری، محمد معوان حسین بن مفتی ارشاد حسین رام پوری، محمد طیب عرب مکی، محمد اعجاز حسین مجددی، حضرت مولانا شفاعت الرسول قادری اور اساتذہ مدرسہ عالیہ وغیرہ رحمہم اللہ جیسے اکابرین شامل ہیں۔

جو نسخہ میرے سامنے ہے وہ صولت پبلک لائبریری رامپور کا ہے۔ ۱۶صفحات پر مشتمل ہے۔ مطبع دبدبہ سکندری ریاست رامپور سے ۱۳۳۵ھ/۱۹۱۷ء میں طبع ہوا ہے۔

(۱۱)-براھین لائحہ ضمیمہ عمدۃ الفائحہ

۱۶۶/ صفحات پر مشتمل یہ کتاب قبور اولیا پر گنبد بنانے، چہار دیواری کی تعمیر، خیمہ نصب کرنے، اوپر سے قبر کو پکی کرنے وغیرہ جیسے دس(۱۰) سوالات کے جوابات میں تحریر کی گئی ہے۔ سائل کا نام درج نہیں ہے ۔حضرت مولانا سلامت اللہ رام پوری ’جواب سوال اول‘ کے عنوان سے سلسلہ وار دسوں سوالوں کے جواب دینے شروع کرتے ہیں۔ ابتداً اجمالی جواب دیتے ہیں پھر اپنے موقف کے اثبات میں متعدّد دلائل پوری وضاحت کے ساتھ پیش کرتے چلے جاتے ہیں۔ مولوی ضیاء الدین مہتمم تحفہ حنفیہ کی فرمائش پر محمد علیم الدین اسلام آبادی نے اس کتاب میں پیش کردہ عربی عبارات کا اردو ترجمہ کیا ہے جو حاشیہ میں درج ہے۔

پہلی مرتبہ مطبع تحفہ حنفیہ پٹنہ سے ۱۳۲۴ھ/۱۹۰۶ء میں شائع ہوا ہے۔ یہ مطبوعہ نسخہ مدرسہ جامع الفرقانیہ رامپور کی لائبریری میں موجود ہے۔[۱۸]

۱۲۔احکام الحجیٰ فی احکام اللحیٰ

۱۷۷/ صفحات پر مشتمل اس ضخیم کتاب میں آپ نے داڑھی منڈانا اور ترشوانا قبل حد مسنون پر تفصیلی بحث کی ہے۔ اس کتاب میں آپ نے مختلف کتب فقہیہ سے جزئیات پیش کرکے داڑھی کی شرعی حد کو بھی متعیّن کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس مسئلہ پر بھی آپ نے گفتگو کا آغاز فرمایا اس کے ہر ہر گوشہ پر سیر حاصل بحث کی ہے ،کلام کا کوئی بھی حصہ تشنہ نہ رچھوڑا۔ اپنے موقف کا ثابت کرنے کے لیے دلائل وبراہین کے انبار لگا دیئے ہیں۔ تفسیر وشروحات کی جن کتابوں سے عبارات نقل فرمائی ہیں ان کی تعداد ۵۵/ کے قریب ہے، اس کے علاوہ اعضائے لحیہ اور حرمت قصر وحلق کے سلسلے میں متعدّد فقہی حنفی کی روایات نقل فرمائی ہیں۔ داڑھی کی حد شرعی کے متعلق اردو زبان میں اس سے بہتر تحقیق شائد ہی میسر ہو۔ مطبوعہ محمود پریس حیدرآباد ۱۳۳۲ھ۔[۱۹]

حوالہ جات

(۱)-تذکرہ کاملان رامپور ،حافظ احمد علی خاں شوق ص ۱۸۸مطبوعہ ریاست رامپور ۱۹۲۹ء(۲) ماہنامہ ضیائے وجیہ ستمبر/ ۲۰۰۰ء ص ۲۶ (۳)-کتب خانہ جامع العلوم فرقانیہ رامپور فقہ/ ۳۳۴۔ رضا لائبریری رامپور اردو مطبوعات ۲فقہ/ ۲۴۱ (۴)-عمدۃ الفائح فی ادلۃ جواز العرس و الفاتحۃ ،شاہ سلامت اللہ مجددی رامپوری ص ۳مطبع حنفیہ پٹنہ ۱۳۲۱ھ (۵)-ایضًا (۶)-کتب خانہ جامع العلوم فرقانیہ رامپور فقہ / ۳۸۸ (۷)-ایضًا (۸)- انوکھا گلدستہ عید الفطر سرہند ،شاہ سلامت اللہ مجددی رامپوری ص ۶ سول اینڈ ملٹری آرگن پریس لدھیانہ (تاریخ ندارد) (۹)-کتب خانہ جامع العلوم فرقانیہ رامپور فقہ/ ۳۳۶ (۱۰)-رضا لائبریری رامپور ،اردو مطبوعات ۲/اصول فقہ / ۴ (۱۱)- ابصار فی جواب الاستفسار ،شاہ سلامت اللہ مجددی رامپوری ص امطبع احسانی رامپور ۱۲۲۹ھ (۱۲)- رضا لائبریری رامپور اردو مطبوعات ۲/ اصول فقہ ۱۱/ (۱۳)-رضا لائبریری رامپور اردو مطبوعات ۲/فقہ / ۲۲۵ (۱۴)-سخاوت الشرافت فی کشف اسرار الجہر والمخافت ۔شاہ سلامت اللہ مجددی رامپور ص ۵ محمود پریس حیدرآباد (۱۵)-کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی ندوۃ العلماء لکھنؤ فقہ ۲/ ۴۷۰ (۱۶)-ایضًا فقہ ۲/۴۶۷ (۱۷)-مہر صداقت ،شاہ سلامت اللہ مجددی رامپوری ص ۲مطبع دبدبہ سکندری ریاست رامپور ۱۹۱۷ء (۱۸)- کتب خانہ جامع العلوم فرقانیہ رامپور فقہ / ۳۲۸، کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی ندوۃ العلما لکھنؤ فقہ ۲/ ۴۶۷ (۱۹)-کتب خانہ علامہ شبلی نعمانی ندوۃ العلماء لکھنؤ فقہ ۲/ ۴۸۷

☆☆☆☆☆☆

عالمی افق پر علامہ قمر الزماں اعظمی کی دینی خدمات

مولانا محمد فروغ القادری

مغرب سے اسلام کا تعلق ظہور اسلام کے ابتدائی دور سے چلا آ رہا ہے۔ دوسری ۲/ صدی ہجری کے اوائل ہی میں اسپین (Spain) مسلمانوں کی تہذیب و ثقافت کا عظیم مرکز بن چکا تھا۔ مسلمان ۷۰۰/ سات سو سال تک اسپین اور ۴۰۰/ چار سو سال تک سسلی میں حکمراں رہے۔ جدید یورپ کی دانش گاہوں اور سائنسی تحقیقاتی مراکز کی تشکیل میں اسپین کے مسلم مفکرین کی ذہنی درّاکی اور علمی کاوشوں کا بڑا دخل ہے۔ اس میں قطعی دو رائے نہیں کہ آج بھی برطانیہ اور دیگر یورپی ممالک کے غیر مسلم محققین اور ماہرین فن الجبرا (Algebra) جومیٹری (Geometry) حساب اور علم فلکیات (Astrophysics) کے بنیادی اصول و ضوابط میں اسپین کے مسلم سائنس دانوں اور ماہرین کے مرہون منت ہیں، جس کا اعتراف انھوں نے بارہا کیا ہے۔ جب کہ دوسری جانب مشرقی یورپ کا ایک بہت بڑا حصہ سلطنت عثمانیہ ترکی کے زیر نگیں رہا اور مسلمان ویانا کے دروازے تک پہنچ گئے تھے۔ تاہم یہ بھی ایک تلخ حقیقت ہے کہ یورپ کے علم، ثقافت، فن تعمیر اور زبان پر حد درجہ اثر انداز ہونے کے باوجود، مسلمان یورپ کے کسی حصّے کو باضابطہ اسلام کے لیے مسخر نہ کر سکے گرچہ انھیں ایک ہزار سال تک دینی، علمی، سیاسی اور عسکری اعتبار سے پورے یورپ کی قیادت و امامت کا شرف حاصل رہا۔ مگر افسوس کہ اس عرصے میں مسلم قوتیں درون خانہ آپسی انتشار کے نتیجے میں شکست و ریخت سے دوچار ہوتی چلی گئیں اور تدبر کے فقدان نے انھیں عالمی قیادت کے منظر نامے سے ہٹا دیا۔ یہ ایک بہت بڑی ہزیمت تھی عالم اسلام کے لیے جس کے اثرات آج بھی موجود ہیں۔ مسلمانوں کے اس تاریخی زوال کے بعد یورپ میں ایک نئی تہذیب کے احیاء کی لہر اٹھی اور پوری دنیا کو از سر نو مہذب اور متمدن بنانے کے لیے ایک نئے نصب العین کو مادّی طاقت کی وساطت سے پیش کیا گیا۔ اس طرح مغربی استعمار نے اقوام عالم کی حریت فکر کو سلب کر کے انھیں ہمیشہ کے لیے ذہنی غلام بنانے کی سازش شروع کر دی۔ اکیسویں صدی عیسوی میں سارے مسلم ممالک یکے بعد دیگرے یورپ کے زیر نگیں آ گئے۔ ۱۹۲۰ء کے جغرافیائی نقشے پر اگر نظر دوڑائی جائے تو سعودی عرب، حجاز مقدس، افغانستان، ترکی اور یمن کے علاوہ کوئی اسلامی ملک ایسا نظر نہیں آئے گا جو براہ راست یورپ خصوصاً برطانیہ کے تسلط میں نہ ہو۔

مادّی طاقت کا یہی وہ اٹھتا ہوا طوفان تھا جسے بعد میں نیو ورلڈ آرڈر (New World Order) کے نام سے متعارف کروایا گیا ہر اسی کشمکش حیات کے نتیجے میں دنیا کو دو عظیم خونین اور ہلاکت خیز جنگ کے شعلوں میں جھونک دیا گیا۔ دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء – ۱۹۴۵ء کے بعد جب مسلم ممالک نے مغربی استعمار سے بظاہر آزادی حاصل کر لی اس وقت جب کہ پچاس ۵۰/ سے زائد مسلم ممالک دنیا کے نقشے پر موجود ہیں تاہم ان میں ایک بھی ملک ایسا نہیں جو مغرب کے سیاسی، معاشی اور ثقافتی غلبے سے آزاد ہو۔ یہ کہنا قطعی غلط ہوگا کہ جو یورپ ہزارہا سال تک اسلام کی ناقابل تسخیر قوتوں سے لرزہ براندام تھا اور جس نے پورے عالم اسلام کو زیر نگیں کر لیا تھا، وہ آج اپنے عزائم سے دست بردار ہو گیا ہے۔ یہ مفروضہ بلاشبہ غلط ہوگا۔ عالم اسلام کے حوالے سے اس کے عزائم جو کل تھے وہ آج بھی ہیں مغرب عالم اسلام میں اپنا سیاسی، معاشی اور تہذیبی غلبہ قائم رکھنے کے لیے ہر لمحہ کوشاں ہے، خواہ اس اثر و نفوذ کے لوازمات اور طریقۂ کار کچھ بھی ہوں۔

دوسری جنگ عظیم ۱۹۳۹ء – ۱۹۴۵ء کی ستم ظریفیوں میں جہاں لوگوں نے دوسرے سرمایہ دار اور پیشہ ور ممالک کی جانب مہاجرت اختیار کی وہیں لوگ دولت متحدہ برطانیہ بھی آئے۔ جنگی تباہ کاریوں

سے دو چار برطانیہ کو بھی محنت کش مزدوروں کی شدید ضرورت تھی۔ لہذا یہاں برصغیر پاک وہند اور افریقی ممالک سے آنے والے تارکین وطن مزدوروں کا پرتپاک استقبال کیا گیا، اور یہاں مستقل قیام کے لیے ویزے کی فراہمی کو حد درجہ آسان بنایا گیا۔ یہ ہماری تاریخ رہی ہے کہ مسلمان جہاں بھی گیا دعوت دین کا فریضہ اپنے ساتھ لے کر گیا ہے۔ مغرب میں آباد مسلمانوں پر بھی یہ اہم ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اس دعوتی فریضے کی انجام دہی میں اپنے بے پایاں اخلاص عمل کو بروئے کار لائیں، ہم اگر اب تک مغرب کو اسلام کے آفاقی نظام حیات سے روشناس کرانے میں کامیاب نہ ہو سکے تو اس میں یقینی طور پر ہماری اپنی کوتاہیوں اور تغافل عمل کا براہ راست دخل ہے۔ جہاں یہ حد درجہ ضروری ہے کہ ہم یورپ کے سیاسی عزائم سے باخبر رہیں وہیں ہم مغرب میں آباد غیر مسلم سفید فام اکثریت کو اسلام کا حتمی دشمن سمجھ کر اپنی دعوت پالیسی کو ہرگز ترک نہ کریں۔ اسلامی دعوت جو ترک اور منگول جیسے دشمنوں کو اسلام کے لیے مسخر کر سکتی تھی، اور جس نے اسلام کی آمد کے ایک ہزار سال بعد بھی انڈونیشیا اور ملائشیا جیسے ملکوں کو مسلمان کر دیا، کوئی وجہ نہیں کہ وہ آج بھی دیر وکلیسا سے حرم کے پاسبان تلاش نہ کر سکے۔

مسلماں کو مسلماں کر دیا طوفان مغرب نے
تلاطم ہائے دریا ہی سے ہے گوہر کی سیرابی

بلاشبہ مغرب کی وادیوں میں دعوت دین اور اشاعت اسلام کا جذبۂ صادقہ لے کر اہل سنت وجماعت کے اکابر اور مایۂ ناز شخصیات نے ۱۹۷۳ء میں ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ (The World Islamic Mission U.K.) کی بنیاد رکھی تاکہ مغرب میں پروان چڑھتی ہوئی مسلمانوں کی نئی نسلوں کو یہاں کی غالب تہذیب اور فکری بے راہ روی کے یلغار سے بچایا جا سکے۔ مغربی افکار و نظریات اسلام کے تعلیمی و تہذیبی تصورات سے متصادم ہیں۔ گذشتہ پانچ سو سالوں کے دوران یورپ کے تمام علم وفکر کا ارتقاء اسی بنیاد پر ہوا ہے کہ علم کا ذریعہ صرف انسان کے حواس ہیں، اور ماورائے انسان کوئی ذریعۂ علم نہیں۔ یہ کائنات مادّی قوانین پر مشتمل ہے۔ مادّہ کے علاوہ کوئی شے حقیقی نہیں ہے۔ انسان خود ہی اپنا مقصود و مطلوب ہے۔ اور یہی دنیوی زندگی سب کچھ ہے، روحانی اقدار نام کی کوئی چیز نہیں ہے۔ گویا کہ مغرب کا تصور علم، تصور کائنات اور تصور انسان اسلام کے اپنے عقائد و تصورات سے بالکلیہ متضاد ہے، جب کہ اسلام کا تصور حیات و کائنات وحیِ الٰہی سے متضاد ہے جو غیر متبدل ہے۔ اور اپنے اثر ونفوذ کے لحاظ سے ازل سے لے کر ابد تک کائنات زمان پر حاوی ہے۔

قائد اہل سنت مبلغ اسلام حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، مجاہد دوراں علامہ عبد الستار خاں نیازی، رئیس القلم فاتح ایشیا و یورپ حضرت علامہ ارشد القادری (نور اللہ مرقدہم) کی شب و روز کی تحریکی و تنظیمی جادہ پیمائیوں کے نتیجے میں "ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ" معرض وجود میں آیا۔ اس کے قیام کا مقصد ہی یہی تھا کہ مغرب میں آباد مسلمانوں کی علمی و فکری قیادت کی جائے۔ مغربی دانش گاہوں کے زیر اثر پروان چڑھتی ہوئی مسلم نسلوں کو اسلام کے بنیادی مسائل سے متعارف کروا کر ان میں دینی شعور اس حد تک بیدار کر دیا جائے کہ وہ اپنے ہم سبق اور معاصر غیر مسلم طلباء کو مؤثر انداز میں اسلام کی دعوت پیش کر سکیں۔

اس وقت یورپی ممالک میں مسلمانوں کی ایک بڑی اکثریت فاتح کی حیثیت سے نہیں بلکہ شہری کی حیثیت سے آباد ہو چکی ہے۔ خصوصاً برطانیہ، فرانس اور جرمنی میں تقریباً ۳۰ / لاکھ مسلمان آباد ہیں ان ممالک میں اسلام دوسرا بڑا مذہب بن چکا ہے۔ بعض ممالک اس بات پر غور بھی کر رہے ہیں کہ وہ اب اسلام کو حکومتی سطح پر اپنے ملک کے مذہب کے طور پر تسلیم کریں اور اگر ایسا ہو گیا تو یورپی مسلمان عالم اسلام کے لیے ایک قیمتی سرمایہ ہوں گے، بشرطیکہ مسلمانوں کو اپنی مذہبی و سیاسی ترجیحات اور در پیش چیلنج اور امکانات کا صحیح اندازہ ہو اور وہ اس سے نبرد آزما ہونے کے لیے اپنی اجتماعی قوتوں کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنی تحریکی، تنظیمی اور تبلیغی جد وجہد جاری رکھیں۔ ان حقائق کی روشنی میں یہاں برطانیہ اور یورپ میں آباد مسلمانوں کا پہلا کام تو یہی تھا کہ وہ اہل مغرب کے سامنے اسلام کی سچی اور عملی نمائندگی کریں اور تمام تر مثبت صلاحیتوں اور قوت فاعلہ کو امت مسلمہ کے سیاسی اور عالمی مقاصد کے حصول کے لیے استعمال کریں۔ در اصل یہی وہ بنیادی تجزیئے اور مقاصد ہیں (Objective) جن کو سامنے رکھ کر "ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ" کا قیام عمل میں آیا۔

اس میں قطعی دو رائے نہیں کہ مشن کی تشکیل کا مقصد و محور برطانیہ میں موجود مسلمانوں کی دینی وعلمی رہنمائی تھی، غالباً یہی وجہ تھی

کہ مشن کے قیام کے چند سالوں بعد ہی اسلامک مشنری کالج بریڈ فورڈ کی وسیع و عریض عمارت خریدی گئی۔ جہاں سے عوامی بیداری پیدا کرنے کے لیے ملک کے اہم شہروں میں اسلامی کانفرنسیز اور سیمینار کروائے گئے، مغرب میں اسلام کے تشخص کو نمایاں کرنے کے لیے لیٹریچر (Literature) کی فراہمی اور مقامی اخبارات و رسائل سے روابط بڑھائے گئے، ارباب کلیسا تک اپنی دعوت پہنچانے کے لیے بین المذاہبی میٹنگس (Interfaith Meetings) ہوتی رہیں۔ عالمی سطح پر مشن سے عوامی وابستگی میں رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری کی انتہائی مؤثر تحریر نے نہایت اہم رول کیا۔ جس کے لیے ہند و پاک کے مجلات آج بھی گواہ ہیں، در اصل برطانیہ میں مشن کا قیام بھی علامہ ارشد القادری کی حد درجہ کوششوں اور ان کے بے پایاں اخلاص و ایثار کا ثمرہ تھا۔ ۱۹۶۰ء اور ۷۰ ر کی دہائیوں میں علامہ کی مصروفیت ہندوستان میں کس نوعیت کی تھی ارباب علم و دانش اسے خوب جانتے ہیں۔ اس زمانے میں ہندوستان کے طول و عرض میں شاید ہی کوئی ایسا اہل سنت کا ادارہ رہا ہو جسے علامہ کی سرپرستی حاصل نہ رہی ہو، کلکتہ سے لے کر بمبئی تک اہل سنت کے تعمیراتی موضوعات پر ہونے والی اہم ترین کانفرنس اور جلسوں کو بنفس نفیس علامہ کی قیادت کا شرف حاصل رہا ہے۔ ایسے عالم میں علامہ کا ہندوستان میں اپنی تمام تر مصروفیات عمل چھوڑ کر برطانیہ میں اسلام کی تنظیمی و تحریکی نظریات کی تشکیل کے لیے بغیر کسی ظاہری مفاد کے ایک طویل عرصے تک قیام، ان کے جذبۂ دل اور دین و سنت کی راہوں میں ان کی وفا کیشیوں کا پتہ دیتا ہے۔ خدا گواہ ہے کہ آج بھی "اسلامک مشنری کالج بریڈ فورڈ (انگلینڈ)" کے دیوار و در علامہ کے اخلاص عمل جہد مسلسل اور شب کی تنہائیوں میں ان کی برستی ہوئی آنکھوں کے آبشار پر گواہ ہیں۔ کفر کے اندھیروں میں علامہ ارشد القادری نے اپنے خون جگر سے جو شمع روشن کی تھی اس کی روشنی آج بھی جادۂ حق کے مسافروں کو منزل کا پتہ دے رہی ہے آج بھی برطانیہ اور یورپ میں دینی تحریکات سے وابستہ ہزاروں علمائے اہل سنت کو علامہ ارشد القادری کی روحانی اور معنوی قیادت حاصل ہے، اور ان شاء اللہ یہ سلسلہ قیامت کی صبح تک جاری رہے گا۔

ابر رحمت ان کے مرقد پر گہرباری کرے

۱۹۷۳ء میں یہاں ورلڈ اسلامک مشن کے قیام کے بعد اس بات کی شدت سے ضرورت محسوس کی جا رہی تھی کہ مشن کے ہمہ جہت مقاصد کے حصول کے لیے کسی ایسے شخص کا انتخاب کیا جائے جو تحریر و تقریر اور جدید و قدیم علوم کے جواہر سے مرصّع اور یورپ میں آباد نوجوانوں کی ذہنی و فکری تربیت کے لیے پر تاثیر جاہ و جلال کا حامل ہو۔ اس کے لیے نبّاض وقت، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری کی جوہر شناس نظر مفکر اسلام لسان العصر سماحۃ الاستاذ سیّدی علامہ قمر الزماں اعظمی پر گئی اور علامہ اعظمی ۱۷ر اگست ۱۹۷۴ء کو ورلڈ اسلامک مشن کی دعوت پر برطانیہ تشریف لائے اور بریڈ فورڈ کی سرزمین سے اپنے کام کا آغاز کیا۔

یہ اس دور کی بات ہے جب علامہ اعظمی کی شوکت خطابت کا سورج ہندوستان کے افق پر اپنی جلوہ سامانیاں بکھیر رہا تھا، برصغیر ہند کا شاید ہی ایسا کوئی گوشہ رہا ہو جہاں ان کی فکر انگیز خطابت کا جادو سر چڑھ کر نہ بول رہا ہو۔ یونیورسٹی کے طلباء سے لے کر عربی جامعات کے فاضل مدرسین تک ان کے سحر طراز انداز خطاب پر جان و دل سے فریفتہ تھے۔ کشور دل کو مسخر کر لینے والی ان کی آواز کا طنطنہ پورے ملک کے طول و عرض میں پھیلا ہوا تھا۔ ۱۹۷۴ء میں علامہ اعظمی مشن کے جوائنٹ سیکریٹری کی حیثیت سے جیسے ہی برطانیہ تشریف لائے دینی و ملّی اور مسلکی حوالے سے فتوحات کے ایک نئے سلسلے کا آغاز ہو گیا، چوں کہ علامہ اعظمی جہاں ایک بلا خیز خطیب اور شعلہ بار مقرر تھے وہیں ان میں تدریسی اور تحریکی صلاحیتیں بھی بدرجۂ اتم موجود تھیں۔ ساتھ ہی ان کے پرکشش قد و قامت کا داخلی حسن بھی انگلستان کی نوجوان نسلوں پر اپنے گہرے اور دور رس نتائج و اثرات مرتب کرنے میں حد درجہ معاون ثابت ہوا۔ بہت ہی مختصر سے عرصے میں آپ کو برطانیہ اور یورپ کے علمی حلقوں میں پذیرائی حاصل ہوئی اور مغربی ممالک میں آپ کے خطبات کا ایک وسیع و عریض سلسلہ شروع ہو گیا، اور پھر ورلڈ اسلامک مشن کے اغراض و مقاصد کو عملی جامہ پہنانے میں علامہ اعظمی کی تقریری و تبلیغی دوروں نے عوام و خواص میں زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی۔

دی اذانیں کبھی یورپ کے کلیساؤں میں
کبھی افریقہ کے تپتے ہوئے صحراؤں میں

حضور رئیس القلم علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ کو مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی کی خداداد تحریکی، تنظیمی اور تقریری صلاحیتوں پر اس

قدر اعتماد و بھروسہ تھا کہ وہ انھیں یہاں اپنی نیابت میں چھوڑ کر اپنے دیگر اہم منصوبے جات کی تعمیر و تشکیل کے لیے تقریباً ۱۸/ ماہ برطانیہ میں گذار کر واپس ہندوستان چلے آئے۔ بقول حضور رئیس القلم کے "کہ میں بعض ناگزر حالات کے پیش نظر برطانیہ سے ہندوستان واپس چلا آیا، چوں کہ یہاں بھی بہت سارے امور ابھی زیر تکمیل تھے۔ مگر میری ہندوستان واپسی کے بعد علامہ قمر الزماں اعظمی نے جس جرأت و ہمت، جذبہ و ایثار اور کمال اخلاص کے ساتھ "ورلڈ اسلامک مشن" کے کام کو پورے مغربی ممالک میں پھیلایا اس کے لیے وہ ہم سب کی دعاؤں کے مستحق ہیں۔ انھوں نے ان راہوں میں اٹھنے والے تمام طوفانوں کا بے حد صبر و ضبط کے ساتھ مقابلہ کیا۔ اور بد عقیدہ ارباب ستم پیشہ کو ہر محاذ پر کھل کر مقابلے کی دعوت دی۔"

اس کے ساتھ ہی حضور قائد اہل سنت، ماہر لسانیات، مبلغ اسلام علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی شفقت و نوازشات بھی مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی پر ورلڈ اسلامک مشن کے ابتدائی دور سے لے کر قائد اہل سنت کے وصال تک جس درجہ رہیں وہ سب پر واضح ہے، علامہ اعظمی نے بھی ایک وفاکیش ساتھی کی طرح قائد اہل سنت کا ہر محاذ پر کھل کر ساتھ دیا اور ان کی عظیم ترین قیادت میں فرانس، جرمنی، ہالینڈ، ناروے، یورپ و امریکہ کے مختلف ممالک میں آباد مسلمانوں میں دینی و مذہبی بیداری پیدا کی، اور عراق، ایران، لیبیا، ڈنمارک میں انعقاد پذیر درجنوں اسلامی کانفرنسوں میں حضور قائد اہل سنت حضرت علامہ نورانی میاں قبلہ کی سرپرستی میں شرکت کی اور عالم اسلام کو "ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ" کی تحریکی سرگرمیوں سے آگاہ کیا۔ ان تمام کانفرنسوں کی تفصیلات کے لیے ایک طویل دستاویز کتاب چاہیے۔ تاہم چند اہم کانفرنسوں کا تذکرہ اگلے صفحات میں ضرور آئے گا۔

۱۹۷۳ء میں جب "ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ" کا قیام عمل میں آیا اور پھر ۱۹۷۵ء میں حضور قائد اہل سنت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی اور رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری کی بے پناہ جد و جہد اور دن رات کی انتھک محنتوں کے نتیجے میں "اسلامک مشنری کالج بریڈ فورڈ، انگلینڈ" کی عمارت ایک کثیر رقم کی لاگت سے خریدی گئی تو اس وقت برطانیہ کے چند اہم شہروں میں دینی مراکز اور مسجدیں موجود تھیں۔ قارئین کو جان کر حیرت ہوگی کہ ان مساجد کو تعمیر کرنے والے سنی صحیح العقیدہ افراد تھے تاہم ان پر قبضہ اور معنوی تسلط تبلیغی جماعت کے معمولات کو عام کرنے کے لیے ہر ممکن موقع کے متلاشی رہتے۔ مشن سے وابستہ علمائے اہل سنت نے جب وہابیت و دیوبندیت کے مکروہ چہرے کو بے نقاب کیا تو وہابیوں نے مشن کے خلاف زہر افشانیاں شروع کر دیں اور علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ ارشد القادری اور علامہ قمر الزماں کے خلاف قلمی جنگ کا آغاز کر دیا۔ روزنامہ جنگ لندن اور دیگر اخبارات و جرائد میں علامہ ارشد القادری اور علامہ اعظمی کو بھارت کا ایجنٹ کہا گیا اور برطانیہ میں موجود پاکستانی اکثریت کو متنفر اور گمراہ کرنے کی ناکام کوشش کی گئی۔

"عدو شرے بر انگیزد کہ خیرے ما دریں آید" کے مصداق اسی اثنا میں حسین احمد مدنی کے شاگرد اور خلیفہ ڈاکٹر محمود نے اپنے ناپاک ارادوں کی تکمیل کے لیے ایک تحریک چلائی اور اعلیٰ حضرت عظیم البرکت مجدد دین سیّدی امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی کے خلاف جلسوں کا آغاز کیا۔ ایسے پوسٹر شائع کیے گئے کہ ان میں ان کی ذات کے حوالے سے انتہائی ناپسندیدہ الزامات عائد کیے گئے تھے۔ نتیجتاً عوام میں یہ مطالبہ شروع ہو گیا کہ علمائے اہل سنت اس کا جواب دیں۔

لہٰذا مانچسٹر، برمنگھم، بریڈ فورڈ، لندن اور برطانیہ کے دیگر شہروں میں درجنوں جلسے کیے گئے، اور دیوبندیوں، وہابیوں کے سوالات و الزامات کے جوابات دیئے گئے۔ اور جواب آں غزل کے طور پر ان کا چہرہ بھی بے نقاب کیا گیا۔ چوں کہ عوام سنی صحیح العقیدہ تھی اور دیوبندیوں نے غاصبانہ مسجدوں پر قبضہ کر رکھا تھا، اب حقائق کے انکشاف کے بعد عوام میں ان سے شدید نفرت کا پیدا ہونا ایک فطری امر تھا۔ یہاں کے مختلف مرکزی شہروں میں عوامی عمل اتنا زیادہ بڑھ گیا کہ وہ مساجد چھوڑنے پر مجبور ہو گئے۔ اور اس طرح اہل سنت و جماعت کی بے شمار مسجدیں بن گئیں اور ان تمام جگہوں پر "ورلڈ اسلامک مشن" کے زیر اہتمام از سر نو کام کا آغاز کیا گیا۔

اس میدان میں شکست کھانے کے بعد اب دیوبندیوں نے علمائے اہل سنت (علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ ارشد القادری، علامہ عبد الوہاب صدیقی، علامہ قمر الزماں اعظمی) کو مناظرے کے میدان میں چیلنج کرنے لگے ڈیوز بری (Dewsbury) بولٹن (Bolton) وغیرہ میں مناظرے ہوئے، مگر ہمیشہ کی طرح بیشتر

جگہوں پر وہ آئے نہیں اور اگر آئے بھی تو انھیں شدید رسوائیوں کا سامنا کرنا پڑا۔

ان تمام تحریکی وتنظیمی سرگرمیوں میں مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی ورلڈ اسلامک مشن کے سیکریٹری جنرل کی حیثیت سے پیش پیش رہے اور متحرک قائدانہ صلاحیتوں کے ساتھ ہر محاذ پر باطل قوتوں کے مدمقابل سینہ سپر ہوکر ان کا مقابلہ کیا۔ علامہ اعظمی صاحب قبلہ نے ایک نشست میں تذکرتاً مجھ سے کہا کہ ”ہم نے یہاں برطانیہ میں بدعقیدہ جماعتوں کا جواب جلسوں اور کانفرنسوں کے ذریعہ ضرور دیا، مگر ورلڈ اسلامک مشن کے زیر اہتمام ہونے والی کانفرنسوں کو ان مسائل میں الجھانے سے گریز کیا۔ ان کانفرنسوں میں ان اہم مسائل کو موضوع سخن بنایا گیا جن سے مغرب میں آباد مسلمان برسرپیکار تھے۔ مثلاً (Education)

(۱)- نوجوان بچّے اور بچیوں کے لیے ”اسلامک اسکول“ کا اہتمام۔

(۲)- ہاسپٹل میں مسلم مریضوں کے لیے حلال کھانوں کی فراہمی۔

(۳)- گورنمنٹ کے اسکولوں میں مسلم طالبات کے مذہب اور اسلامی لباس کے پہننے پر زور۔

(۴)- مسلمانوں کے عائلی اور Domestic مسائل کو مسلم پرسنل لاء کے مطابق حل کرنے کی ضرورت۔

(۵)- ایک ایسے نصاب تعلیم کی تشکیل جو مغرب میں اسلام کی مثبت تعلیمات کا آئینہ دار ہو۔

ساتھ ہی مستشرقین کے اعتراضات کے جوابات، مثلاً۔

(۱)- اسلام اپنی حقانیت کی بنیاد پر نہیں بلکہ تلوار کی زور سے پھیلا ہے۔

(۲)- اسلام میں عورتوں کے حقوق۔

(۳)- جائیداد میں عورتوں کی تقسیم وحصہ کا مسئلہ۔

(۴)- اسلام نے عورتوں کو حجاب میں غلامانہ زندگیوں پر مجبور کیا ہے اور ان کی صلاحیتوں کو کچل دیا ہے۔

(۵)- اسلام میں چار شادیوں کی اجازت اور عورتوں پر ظلم۔

(۶)- جب تک قرآن عظیم موجود رہے گا دنیا میں کبھی امن نہیں ہوگا (معاذ اللہ)۔

(۷)- پیغمبر اسلام کی متعدّد شادیاں ایک ناپسندیدہ عمل تھا۔

(۸)- حضور ﷺ پر نزول وحی کی کیفیت کو ناشائستہ زبان میں بیان کیا گیا۔

(۹)- مسلمان کسی مذہبی لباس کے ساتھ سوسائٹی میں رہنے کے قابل نہیں ہیں۔

علاوہ ازیں بہت سارے عصری مسائل اور Current Issues تھے جو ”ورلڈ اسلامک مشن“ کی کانفرنسوں میں (Discuss) بیان کیے جاتے تھے۔ اس طرح کے سوالات کے تشفی بخش اور مؤثر ترین جوابات کے سلسلے میں صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ پوری مغربی دنیا میں مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی کا بڑا نمایاں کردار ہے جواب تک جاری ہے۔

”ورلڈ اسلامک مشن“ صرف برطانیہ ہی نہیں بلکہ پورے عالم اسلام میں جہاں کہیں بھی کوئی فتنہ ابھرا یا جنگ کا ماحول پیدا ہوا، وہاں اپنے وفد بھیج کر اس بات کی پیہم کوشش کی کہ مسلمانوں کی آپسی جنگ جلد ختم ہوجائے۔ چنانچہ ۱۹۸۳ء ایران عراق جنگ اپنے شباب پر تھی اور دونوں طرف سے لاکھوں افراد موت کی گھات اتر چکے تھے۔ تو علامہ اعظمی، علامہ ارشد القادری، علامہ ظفر محمود فراشوی اور قاری محمد اسماعیل مصباحی نے ایران کا دس ۱۰/ روزہ دورا کیا۔ جس کی دعوت خود ایرانی حکومت نے دی تھی۔ ماحول ایسا تھا کہ ”ایران کانفرنس“ میں غیر سنی مکاتب فکر کے لوگ مثلاً دیوبندی، وہابی، غیر مقلدین اور جماعت اسلامی کے ارباب کے بست وکشاد خمینی کے قصیدے پڑھ رہے تھے۔ عراق کو حملہ آور، غاصب اور ظالم قرار دے کر جنگ کے شعلوں کو مزید بھڑکانے کی کوشش کی جا رہی تھی۔ اور در اصل ان حالات میں سیاسی طور پر ایران چاہتا بھی یہی تھا۔ چنانچہ یہ جماعت اپنے ذاتی مفادات کے حصول کی کوشش میں لگی تھی۔ ایسے عالم میں حضرت علامہ ارشد القادری اور علامہ اعظمی کی تجاویز نہایت ہی مؤثر تھی۔ علامہ اعظمی نے ”ایران کانفرنس“ میں خطاب کرتے ہوئے کہا جس کا ترجمہ دنیا بھر کے اہم اخبارات نے شائع بھی کیا۔ علامہ اعظمی نے اپنے مخصوص انداز میں کہا کہ:

”جنگ آج ہی بند ہونی چاہیے۔ مسلمانوں کی آپسی جنگ مسائل کا حل نہیں بلکہ المیہ ہے“۔

یقیناً ارباب اقتدار کو علامہ کی یہ بات ہرگز پسند نہیں آئی ہوگی۔

لیکن ایوان کے سیکڑوں مندوبین نے تعریفی کلمات کہے کہ "علامہ اعظمی نے خطاب کا حق ادا کر دیا ہے۔" واضح رہے کہ کانفرنس کی ایک نشست کا نائب صدر علامہ اعظمی کو بنایا گیا تھا۔ اہل سنت و جماعت کے کسی داعی کا شیعہ غالب ملک میں عالمی کانفرنس کا نائب صدر منتخب کیا جانا بلاشبہہ یہ ایک بڑی اہم اور حیرت انگیز بات تھی۔ علامہ اعظمی "ایران عراق جنگ" کے خاتمے کے مطالبے کے ساتھ ساتھ ایران کے اہل سنت و جماعت کے حقوق پر کھل کر گفتگو فرمائی۔

قارئین کو شاید اس بات کا پتہ نہ ہو کہ ایران میں تقریباً ۳۰ رفی صد سنیوں کی آبادی ہے۔ خاص کر زاہدان کے علاقے میں۔ مگر شاہ کے زمانے میں بلکہ اس کے بہت پہلے سے ہی سنی اقلیت ایرانی ارباب اقتدار کے ظلم و جبر کا شکار رہی ہے۔ شاہ کے خلاف جب آواز اٹھی اور ملک گیر تحریک کا آغاز ہوا تو ان سے یہ وعدہ کیا گیا کہ آپ ہمارا ساتھ دیں، آزادی کے بعد آپ کے حقوق آپ کو واپس لوٹا دیے جائیں گے۔ مگر انقلاب کے بعد سنیوں پر جبر اور بڑھ گیا۔

آزادی ہوٹل تہران یہ ۵ر اسٹار ہوٹل جو ہمیشہ مغربی سفارت کاروں کا مرکز رہا ہے۔ کانفرنس کے ایام میں علامہ اعظمی کا قیام یہیں تھا۔ کم و بیش ۲۵ر سنی ایرانی علما نے ان سے خفیہ ملاقات کی اور دو ۲ر اہم باتوں کی درخواست کی۔ جس کی تفصیل ملاحظہ فرمایئے۔

مطالبہ (۱)-

"آپ ان کے پیچھے (یعنی شیعہ علما کے پیچھے) نماز ہرگز نہ پڑھیں ورنہ اس سے ہمارا مطالبہ کمزور پڑ جائے گا۔"

اتفاق سے صبح کو جمعہ تھا اور تہران یونیورسٹی کے وسیع و عریض گراؤنڈ میں نماز جمعہ کا اہتمام کیا گیا تھا۔ جماعت اسلامی، دیوبندی اور غیر مقلد علماء کو علامہ قمرالزماں اعظمی نے رات میں جمع کیا اور ان سب سے وعدہ لیا کہ ہم کل نماز جمعہ ان (شیعہ) کے پیچھے نہیں پڑھیں گے۔ لیکن جب پاسداران انقلاب صبح کو مسلح ہو کر انھیں ہوٹل میں لینے آئے تو سب چلے گئے۔ سوائے علامہ ارشد القادری، علامہ اعظمی، علامہ ظفر محمود فراشوی اور علامہ قاری محمد اسماعیل مصباحی کے۔

علامہ اعظمی نے دوران گفتگو مجھے بتایا کہ پھر یہ لوگ نماز جمعہ کے مجمع سے بار بار نمایاں ترین انداز میں ٹی. وی. (T.V.) پر دکھائے جاتے رہے۔ غالباً یہ ان کی مصلحت بینی تھی یا پھر پاسداران انقلاب کا خوف تھا۔ میرا اپنا خیال ہے کہ یہ اگر نماز شیعہ امام کے پیچھے نہ پڑھتے تو ہمیشہ کے لیے ایرانی مفادات سے محروم ہو جاتے۔ وہابیت کی تاریخ ہر دور میں جلب منفعت کی بنیاد پر رکھی گئی ہے۔

انھیں حالات میں علامہ قمرالزماں اعظمی نے ایران کا دستور بہت مشکل سے حاصل کیا، جس میں لکھا تھا کہ ایران کا قانون فقہ جعفری کے مطابق (غیر متبدل) ہوا، اور دوسری مذہبی اقلیتوں کو بھی اپنے اپنے مسلک (متبدل) کے مطابق اجازت ہوگی، مگر چند شرائط کے ساتھ۔ چنانچہ علامہ اعظمی نے اپنی تقریر میں وہاں آواز اٹھائی کہ "ایسا نہ ہو کہ اہل سنت کو مسلکِ متبدل کہہ کر ایرانی حکومت کل اقلیتوں پر فقہ جعفری مسلط کر دے۔ جس کے امکان بہت واضح ہیں۔"

مطالبہ (۲) -

تہران میں کئی لاکھ سنی آباد ہیں لیکن ان کے لیے باضابطہ کوئی مسجد نہیں ہے، آپ نے انقلاب سے پہلے وعدہ کیا تھا کہ سنیوں کو مسجد بنانے کی اجازت دی جائے گی، لیکن تاہنوز سنیوں کو مسجد بنانے کی اجازت نہیں ملی ہے۔ پہلے یہ سفارت خانہ پاکستان کے دالان میں نماز جمعہ ادا کرتے رہے ہیں۔ اور اب پاسداران انقلاب تہران یونیورسٹی میں انھیں نماز جمعہ کے لیے مجبور کر رہے ہیں۔ اس پر علمائے خمینی نے یہ بیان دیا کہ ہم نے اتحاد امت کے پیش نظر جہاں سنی اکثریت میں ہیں وہاں شیعہ ان کی اقتدا کریں، اور جہاں شیعہ اکثریت میں ہوں وہاں سنی ان کی اقتدا کر لیں۔ اس لیے یہاں ایران میں گو کہ شیعہ اکثریت میں ہیں تاہم پوری دنیا میں سنی مسلمانوں کی اکثریت ہے۔

اس پر علامہ اعظمی نے علمائے خمینی سے کہا کہ آپ کو یہ کس نے حق دیا کہ آپ ہماری جانب سے فتویٰ دیں۔ اتحاد جبر مسلسل کے ذریعے نہیں ہوتا بلکہ یہ اقلیتوں کے تحفظ میں ہے۔ "تہران ریڈیو" کی اردو نشریات کو انٹرویو دیتے ہوئے علامہ اعظمی نے کہا تھا کہ "ایران عراق جنگ" کے باب میں جنگ کے آغاز کا جرم یقیناً عراق نے کیا ہے، لیکن طوالت کا جرم ایران نے کیا ہے۔ عراق صلح کرنا چاہتا ہے مگر آپ اس پر آمادہ نہیں ہیں۔ جس قدر جلد ممکن ہو سکے جنگ بند کر دی جائے اور متنازع مسائل پر بیٹھ کر بات کی جائے۔"

ایک طرف تو حضور سیّدی مفکر اسلام علامہ قمرالزماں اعظمی کی حقیقت پسندانہ گفتگو جو اتحاد امت کا کرب لیے ہوئے تھی،

جب کہ دوسری طرف بعد میں جانے والے نام نہاد مفکرین اور So Called Scholars نے خوشامد کی حد کر دی، جیسا کہ ایک صاحب نے یہاں تک کہہ دیا کہ "امام خمینی حضرت علی کی طرح زندہ رہے اور حضرت حسین کی طرح شہید ہوئے۔"

ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ (The World Islamic Mission U.K.) کے وفد میں شامل علماء کے نظریات جب عالمی پریس میں آئے تو اس کی صدائے بازگشت پڑوسی ملک عراق میں بھی سنی گئی۔ چنانچہ ۱۹۸۳ء ہی میں حکومت عراق کی جانب سے "ورلڈ اسلامک مشن" کو کانفرنس میں شرکت کی دعوت دی گئی۔ قائد اہل سنت حضرت علامہ شاہ احمد نورانی، رئیس القلم حضرت علامہ ارشد القادری کی زیر قیادت میں مشن کا ۲۰/رکنی وفد عراق پہنچا اور "الرشید ہوٹل" میں قیام پذیر ہوا۔ عراق کانفرنس کی ہر نشست میں یہ قائدین بے حد نمایاں رہے۔ علامہ شاہ احمد نورانی نے متعدّد بار کانفرنس کی صدارت کی۔ جب کہ علامہ ارشد القادری نائب صدر کی حیثیت سے مشن کی نمائندگی کرتے رہے۔ اہل سنت کی اس نمائندگی کو دیکھ کر کانفرنس میں شریک ہند و پاک کا دیوبندی طبقہ بھی اپنی نمائندگی کا مطالبہ شروع کر دیا۔

چنانچہ ایک سیشن (Session) کی نائب صدارت "اسعد مدنی" کو دی گئی۔ مگر بدقسمتی سے وہ چند کلمات صدارت جو انھیں لکھ کر دیئے گئے تھے وہ بھی نہ پڑھ سکے۔ کانفرنس کے اختتام پر علامہ ارشد القادری علیہ الرحمۃ نے اپنے مخصوص انداز میں دیوبندی قائد اسعد مدنی کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ "آپ اپنے ہاتھوں سے لکھی ہوئی تحریر تک نہ پڑھ سکے۔ آپ کو صدارت کے لیے کس نے کہا تھا؟" علامہ ارشد القادری کے مزاج سے جو لوگ واقف کار ہیں وہ اس جملے کی معنویت کو اچھی طرح سمجھ سکتے ہیں۔ حضرت علامہ شاہ احمد نورانی اور حضرت علامہ ارشد القادری کے ایثار پیشہ کردار اور پر اثر گفتگو نے عراق کے ارباب حکومت پر بڑے گہرے اثرات مرتب کیے۔ علامہ ارشد القادری نے عراق کے وزیر اوقات عبد اللہ الفاضل سے نہایت ہی دردمندانہ انداز میں کہا کہ آپ ہمارا قدیم عراق ہمیں واپس کر دیجیے جو صدیوں سے ہماری تہذیب، صوفیائے کرام کے طریقہ تصوف اور ان کی پاکیزہ زندگیوں کا مرکز رہا ہے۔ امام غزالی کی قبر شکستہ ہے بنوا دیجیے۔ چنانچہ ان حضرات نے عراق کے ارباب اقتدار پر اپنے کردار و عمل اور قائدانہ صلاحیتوں کے اتنے گہرے نقوش ثبت کیے کہ ۸۳ء، ۸۵ء، ۸۷ء، ۸۸ء سے لے کر ۱۹۹۰ء تک ورلڈ اسلامک مشن کا وفد عراق کانفرنس میں شریک ہوتا رہا۔ واضح رہے کہ ان تمام کانفرنسوں میں عصر حاضر خصوصاً عالم اسلام کے حساس مسائل پر مؤثر تجاویز پیش کرنے میں مفکر اسلام سیّدی علامہ قمر الزماں اعظمی کا بہت نمایاں کردار رہا جو کانفرنس کا موضوع بنا رہا۔ علامہ اعظمی کی خدا داد صلاحیت، مخصوص طرز خطاب اور پرکشش لب و لہجے کے طمطراق سے پورا کانفرنس ہال گونج اٹھا تھا۔ مذکورہ تمام کانفرنسوں میں برطانیہ عظمیٰ کے وفد کے طور پر علامہ شاہ احمد نورانی، علامہ ارشد القادری، علامہ غلام جیلانی صدیقی، علامہ شاہد رضا نعیمی، علامہ قمر الزماں اعظمی اور محمد حسین بھائی لیسٹر شریک رہے۔

عراق و ایران صلح کے سلسلے میں جو میٹنگ ہوئی ان میں اکثر کی صدارت علامہ شاہ احمد نورانی صدیقی علیہ الرحمۃ نے فرمائی۔ جس میں عالم عرب کے مشاہیر فن، ارباب علم و دانش، جامعۃ الازہر الشریف کے شیوخ المعارف ابو الفتاح ابو غدہ جیسی عظیم شخصیات موجود تھیں۔ علامہ شاہ احمد نورانی کی تجویز کے مطابق ایک اہم (Delegation) وفد تشکیل دیا گیا جس نے (United Nation USA) امریکہ میں اقوام متحدہ کا دورہ کیا، جس کی صدارت علامہ نورانی نے فرمائی اور اقوام متحدہ کے سیکریٹری جنرل اور دوسرے ارکان سے مل کر ایران عراق جنگ بندی کی تجاویز پیش کی۔ جس کے نتیجے میں ایران عراق جنگ بند ہو گئی۔ ان تمام اسفار کی تفصیلات کے لیے ہزاروں صفحات کی ضرورت درکار ہے۔ "سفینہ چاہیے اس بحر بیکراں کے لیے" البتہ مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی مدظلہ العالی نے ورلڈ اسلامک مشن، انگلینڈ کی جانب سے بحیثیت سیکریٹری جنرل عراق کانفرنس میں ایران عراق جنگ بندی کے تعلق سے جو تجاویز پیش کی تھیں اس کا عربی متن باذوق قارئین کے لیے حاضر خدمت ہے۔ ملاحظہ فرمائیں۔ **(جاری)**

☆☆☆☆

نیلی قتلِ عام کی ۳۶/ ویں برسی

جب آسام میں چند گھنٹوں کے اندر دس ہزار مسلمانوں کو موت کی نیند سلادیا گیا

مولانا صادق رضا مصباحی

یہ ۱۹۸۳ء کی ۱۸/ فروری تھی، صبح کے ساڑھے آٹھ بج رہے تھے۔ آسام کے قلب میں واقع ناگاؤں ضلع کے 'نیلی' گاؤں کے مسلمانوں کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ آج ان پر کیا قیامت ٹوٹنے والی ہے۔ اس میں مسلمانوں کا ایسا قتل عام ہوا جسے دنیا میں دوسری عالمی جنگ کے بعد انسانوں کا سب سے بڑا قتل عام کا عنوان دیا گیا۔ صبح ۹/ بجے مسلمانوں کا قتل عام شروع ہوا جو دوپہر ۳/ بجے تک چلتا رہا۔ اس وقت تک غیر سرکاری اندازے کے مطابق دس ہزار عورتوں اور بچوں کو گاجر مولی کی طرح کاٹا جاچکا تھا۔ تاریخ نے اسے ہندوستان کا بدترین اجتماعی قتل عام قرار دیا مگر حیرت ہے مسلمانوں کے حقوق کی بات کرنے والی حکومتیں اور سیکولزم کا ڈھنڈرا پیٹنے والے لیڈر آج تک نیلی کے مسلمانوں کو انصاف نہ دلا سکے۔

ملک کے شمالی کونے میں واقع صوبہ آسام کی تاریخ کے دامن پر یہ ایک ایسا دھبہ ہے جو کبھی مٹنے والا نہیں۔ آسام کے شمال مشرقی علاقے کے دس دیہاتوں میں یوں تو یہ قتل عام یکم فروری ۱۹۸۳ء سے شروع ہو گیا تھا مگر اس کا اختتام ۱۸ فروری کو ہوا۔ اس وقت کی وزیر اعظم اندرا گاندھی کے ایک سیاسی فیصلے کی وجہ سے اچانک کیے گئے قتل عام کو تاریخ ''نیلی اجتماعی قتل عام'' کے نام سے جانتی ہے۔ سرکاری ذرائع کا کہنا ہے کہ اس میں صرف ۲۱۹۱ لوگ ہی ہلاک ہوئے لیکن غیر سرکاری ذرائع نے دس ہزار مسلمانوں کی اموات کی بات کہی ہے۔ مقتول بنگالی مسلمان تھے جن کے آباواجداد برٹش راج سے قبل یہاں آباد ہوگئے تھے۔ یہ مسلمان برٹش دور حکومت کی آسام گورنمنٹ کی سرپرستی میں غالباً بیسویں صدی کی پہلی دہائی میں آسام آگئے تھے۔ اتنے مسلمانوں کا قتل عام محض ۶ گھنٹوں میں کیا گیا۔ اس سے اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ آسامی ہندؤں نے کس بھیانک انداز سے اور کس بے دردی کے ساتھ مسلمانوں کو مارا ہوگا۔ ان مقتولین میں اکثریت معصوم بچوں اور گھریلو عورتوں کی تھی۔ یہ ہندوستان کی تاریخ کا سب سے بدترین قتل عام تھا، اس سے قبل کبھی ایسا ہولناک قتل عام نہ ہوا تھا۔ دوسری جنگ عظیم کے بعد یہ انتہائی بدترین قسم کا حادثہ تھا جس نے مسلمانوں کو سنبھلنے کا موقع بھی نہ دیا اور قبائلی ان پر بری طرح ٹوٹ پڑے۔

دراصل اس قتل عام کا سبب آنجہانی اندرا گاندھی کا وہ سیاسی فیصلہ تھا جس میں انہوں نے ۴ ملین بنگلہ دیشی مہاجرین کو آسام میں ووٹ دینے کا حق دے دیا تھا۔ یہ جب آسام میں ووٹ دینے پہنچ گئے تو پہلے آل آسام اسٹوڈینٹ یونین (اے اے ایس یو) نے مطالبہ کیا کہ ''غیر قانونی ووٹرس'' کا نام ووٹ دہندگان کی فہرست سے خارج کیا جائے۔ بعد میں اس یونٹ نے ایک زبردست احتجاج بھی کیا اور حکومت کو مجبور کردیا کہ وہ ان مہاجرین کی شناخت کرے اور انہیں ووٹ دینے سے بے دخل کرے۔ آل آسام اسٹوڈینٹ یونین (اے اے ایس یو) کے اس زبردست احتجاج اور الیکشن کے بائیکاٹ کرنے کی وجہ سے آسام کا ریاستی الیکشن متنازع بن گیا مگر آسام پولیس کی جراءت اور مستعدی کی وجہ سے الیکشن کرالیا گیا۔ آسام کے انسپکٹر جنرل آف پولیس کے پی ایس گل نے بتایا تھا کہ آسام کے ۱۲۳/ اسمبلی حلقوں میں الیکشن بہت امن وامان کے ساتھ مکمل ہو گیا مگر ۲۳ حلقے ایسے تھے جہاں کسی بھی صورت میں امن برقرار رکھنا ممکن نہ ہوسکا اور وہاں الیکشن کرانے میں آسام پولیس کو کامیابی نہ ملی۔ ان میں سے ایک حلقہ نیلی کا تھا۔ بعد میں سب سے زیادہ قتل عام اسی حلقے میں ہوئے۔ الیکشن میں کسی ممکنہ خطرے کے پیش نظر سینٹرل پیرا ملٹری فورس کی ۴۰۰ کمپنیاں اور انڈین آرمی کے ۱۱ بریگیڈ تعینات کیے گئے تھے۔

اس قتل عام کی ابتدا اس طرح ہوئی کہ دو ٹرکوں میں پولیس کی نفری گاؤں آئی اور گاؤں والوں کو یقین دلایا کہ وہ لوگ ان کی حفاظت کررہے ہیں اور انہیں مکمل تحفظ فراہم کیا گیا ہے چنانچہ اس یقین دہانی اور تحفظ کے بہکاوے میں آکر نیلی کے مسلمان روزانہ کے معمول کے مطابق بے فکر ہوکر کام کاج کے لیے گاؤں سے باہر چلے گئے۔ یہ ۱۹۸۳ کی فروری کی ۱۸ تاریخ تھی اور صبح ساڑھے آٹھ بجے کا وقت،

جب گاؤں والوں پر تین اطراف سے بھیڑ نے اچانک حملہ کر دیا۔ انہوں نے گاؤں کو گھیر لیا اور انہیں قریب ہی کی ندی کو پیلی پر لے گئے۔ یہ لوگ خطرناک ہتھیار سے لیس تھے۔ ان کے پاس بندوقیں بھی تھیں اور نیزے بھی۔ پہلے تو انہوں نے گاؤں کو چاروں طرف سے گھیرا، صرف اس طرف سے کھلا رہنے دیا کہ جہاں سے کو پیلی ندی کی طرف راستہ جاتا تھا۔۔ ندی پر بھی کشتیوں میں حملہ آور تیار بیٹھے تھے۔ انہوں نے صبح ۹ بجے قتل عام کا آغاز کیا تھا اور ۳ بجے تک قتل عام کرتے رہے تھے۔ مرد تو پہلے ہی کام پر جا چکے تھے، گھر میں عورتیں اور بچے ہی تھے جو بے چارے ظالموں کے ہاتھوں شہید ہو گئے۔ پولیس بھی ان کا تعاون کر رہی تھی اس لیے انہیں تو شہید ہونا ہی تھا۔ جو مسلمان خوش نصیبی سے بچ گئے انہیں ناگاؤں پولیس اسٹیشن لے جایا گیا۔ زیادہ تر لوگوں کو ناگاؤں کے نیلی کیمپ میں رکھا گیا اور حالات معمول پر آنے کے ۱۴/ دنوں کے بعد انہیں گاؤں جانے کی اجازت دی گئی۔ بعد میں اس قتل عام پر ایک کمیشن بھی بٹھایا گیا مگر اس کی رپورٹ کو صیغہ راز ہی میں رکھا گیا اور یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس کے مندرجات عوام میں مشتہر نہیں کیے جائیں گے۔ اس کمیشن کی صدارت ہتیش ورسائیکیا کر رہے تھے۔ ۶۰۰ صفحات پر مشتمل یہ رپورٹ ۱۹۸۴ میں آسام حکومت اور مرکزی کانگریسی حکومت کو سونپ دی گئی۔ آسام میں آنے والی بعد کی حکومتوں نے بھی اس رپورٹ کے مندرجات ظاہر نہیں کیے۔ پھر کم از کم ۲۵/ سال کے بعد آسام یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ نے اور دیگر پارٹیوں نے کوشش کر کے رپورٹ منظر عام پر لانے میں کامیابی حاصل کر لی۔ شاید اسی کا نتیجہ تھا کہ پولیس نے ۶۸۸ کیس درج کیے جس میں سے ۳۷۸ کیس دستاویزات کی عدم فراہمی کی وجہ سے بند کر دیے گئے۔ ۳۱۰ کیسوں میں امید کی جا رہی تھی کہ مجرمین پر کارروائی ہوگی مگر مرکزی حکومت نے یہ تمام کیس ختم کرا دیے اور اس طرح سے مجرمین کو سزا ملنے کی امید بھی ختم ہو گئی۔

جس بنیاد پر مرکزی حکومت نے مداخلت کی اس کی وجہ دراصل وہ معاہدہ ہے جس پر ۱۹۵۸ میں سابق وزیر اعظم آنجہانی راجیو گاندھی نے Assam Accord نامی معاہدے پر دستخط کیے تھے، وزیر اعظم کے علاوہ آل آسام اسٹوڈینٹ یونین (اے اے ایس یو) کے لیڈران کے بھی دستخط ہوئے۔ دراصل یہ معاہدہ آسام ایجی ٹیشن کو ختم کرنے کے لیے کیا گیا تھا اور یہ آسام ایجی ٹیشن ہی مسلمانوں کے قتل عام کا سبب بن گیا تھا اس لیے حکومت نے یہ جواز تراش لیا کہ جب اس ایجی ٹیشن کا معاملہ ختم ہو گیا تو مسلمانوں کے قتل عام کا بھی معاملہ ختم ہو جانا چاہیے۔ ان دس ہزار مسلمانوں کی روحیں آج بھی چیخ چیخ مسلمانوں کو متوجہ کر رہی ہیں کہ جب تک تم سیاسی طاقت نہیں بنو گے تب تک تمھارے ساتھ ایسا ہی ہوتا رہے گا۔ معصوم بچے اور بے قصور عورتیں تو گزر گئیں مگر اس حادثے کو تاریخ میں امر کر گئیں۔ **اس حادثے پر ملیکو کیمورا نے ۲۸۴ صفحات پر مشتمل ایک کتاب بعنوان The Nellie Massacre of 1983 لکھی جس میں مصنف نے واضح طور پر یہ بات لکھی کہ آسامی ہندوؤں اور نچلے درجے کے قبائلیوں نے ایک منظم سازش کے تحت مسلمانوں کا قتل عام کیا اور پولیس خاموش تماشائی بنی بیٹھی رہی۔**

کانگریس پارٹی کو مسلمانوں کی نجات دہندہ اور مسیحا کے طور پر پیش کرنے والے ہمارے بکاؤ مسلم لیڈروں کو کیا یہ حادثہ عظیم نظر نہیں آتا؟ مسلمان بھی بے چارے اتنے بھولے ہیں کہ وہ ظالم کو ہی مسیحا سمجھ بیٹھے ہیں یا یوں کہہ لیجیے کہ حالات نے مسلمانوں کو اس قابل ہی نہ چھوڑا کہ وہ کوئی ٹھوس اور مضبوط فیصلہ لے سکیں اس لیے کانگریس کو ہی اپنا ناخدا سمجھنے لگے ہیں۔ تاریخی حقائق چیخ چیخ کر بتا رہے ہیں کہ اس ملک میں مسلمانوں کے خلاف اب تک جو بھی کچھ ہوا ہے یا جو بھی کچھ ہو رہا ہے وہ سب کانگریس کی بنائی ہوئی پالیسیوں اور کانگریس کی مکاریوں کا نتیجہ ہے۔ کانگریس نے آزادی سے اب تک یہاں دہائیوں تک حکومت کی ہے، بی جے پی کو تو بہت کم مدت کے لیے حکومت کا موقع ملا ہے۔ سب سے پہلی بار مئی ۱۹۹۶ میں اٹل بہاری واجپائی کی قیادت میں اسے صرف ۱۳/ دنوں کے لیے موقع ملا تھا۔ دوسری مرتبہ مارچ ۱۹۹۸ سے اپریل ۱۹۹۹ تک اس کی حکومت رہی یعنی صرف تیرہ ماہ، اس کے بعد اکتوبر ۱۹۹۹ سے مئی ۲۰۰۴ تک یعنی اسے پورے پانچ سال حکومت کا موقع ملا۔ اس حساب سے دیکھیے تو قریب چھ سال بی جے پی نے حکومت کی ہے، اور اب ۲۰۱۴ سے ۲۰۱۹ تک اس کی حکومت ہے۔ گویا اگر مجموعی مدتِ حکومت شمار کی جائے تو یہ گیارہ سال، تین ماہ اور تیرہ دن بنتی ہے۔ دوسرے طرف دیکھیے کہ ملک ۱۹۴۷ میں آزاد ہوا، آزادی سے اب تک قریب ۷۲/ سال ہوتے ہیں۔ ان ۷۲/ برسوں میں سے بی جے پی کے ۱۱/ برسوں کو حذف کر دیجیے تو ۶۱/ سال بچتے ہیں۔ **(باقی ص:۵۶ پر)**

ملک کے موجودہ سیاسی حالات اور مسلمان
ایک منصفانہ جائزہ

بزمِ دانش میں آپ ہر ماہ بدلتے حالات اور ابھرتے مسائل پر فکر و بصیرت سے لبریز نگارشات پڑھ رہے ہیں ۔ہم ارباب قلم اور علماے اسلام کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ دیے گئے موضوعات پر اپنی گراں قدر اور جامع تحریریں ارسال فرمائیں ۔ غیر معیاری اور تاخیر سے موصول ہونے والی تحریروں کی اشاعت سے ہم قبل از وقت معذرت خواہ ہیں ۔از: مبارک حسین مصباحی

مئی ۲۰۱۹ء کا عنوان دعوتِ اسلامی اور رمضان المبارک

جون ۲۰۱۹ء کا عنوان عید الفطر کے اسلامی طریقے

لوک سبھا انتخابات ۲۰۱۹۔ ٹکڑوں میں منقسم مسلمانان ہند کے لیے اتحاد ناگزیر

از: **معراج نوری**، سب ایڈیٹر روزنامہ انقلاب merajmn@gmail.com

الیکشن کمیشن آف انڈیا کی گزشتہ دنوں ہوئی پریس کانفرنس میں اعلان کے ساتھ ہی دنیا کی سب سے بڑی جمہوریت میں انتخابات کا شور شروع ہو چکا ہے ۔ظاہر ہے یہ ایک تہوار کے طور پر منایا جائے گا۔ سیاسی پارٹیوں کے ساتھ ساتھ عوام بھی اس دن کے منتظر ہوتے ہیں جب وہ اپنی اور اپنے ملک کی تقدیر کا فیصلہ دیکھتے ہیں۔ یہ وہ دن ہوتا ہے جب آئندہ پانچ سالوں کے لیے ملک کی باگ ڈور ۵۴۲ لوگوں کے سپرد کی جاتی ہے۔ سیاسی پارٹیاں جیت کے لیے ہر وہ داؤ آزماتی ہیں جن سے اسے کامیابی ملے اور ان کا قائد وزارت عظمٰی کے منصب پر فائز ہو۔ ایسے میں ہندوستان میں انتخابات کا موسم ہو اور مسلمانوں کی بات نہ ہو، یہ ممکن نہیں؟ تمام سیاسی جماعتیں مسلمانوں کے ووٹ حاصل کرنے کی کوشش کرتی رہی ہیں اور کر بھی رہی ہیں۔ یہ بات دیگر ہے کہ اس وقت مسند اقتدار پر قابض بی جے پی کی طرف سے ہمیشہ یہی اشارہ دیا جاتا رہا ہے کہ انہیں مسلمانوں کے ووٹ کی ضرورت نہیں ہے کیوں کہ ان کا ایجنڈا ہی ہندو مذہب ہے۔ ایسے میں ان کی سیاست خود کار طریقے سے مسلم مخالف ہو جاتی ہے لیکن بی جے پی در پردہ طور پر مسلمانوں کے دل جیتنے کی ہر ممکن کوشش کرتی ہے کہ انہیں معلوم ہے کہ بغیر مسلمانوں کے ووٹ کے بی جے پی کو تنہا لوک سبھا میں اکثریت نہیں حاصل ہو سکتی ہے۔ اس بات کو تقویت ۲۰۱۴ کے لوک سبھا انتخابات کے اعداد و شمار سے بھی ملتی ہے جس میں واضح ہوا تھا کہ اقتدار مخالف لہر اور مبینہ کرپشن کے الزامات سے گھری یو پی اے کی حکومت سے سبھی نالاں تھے۔ خواہ وہ اس ملک کا ہندو ہو، مسلم ہو یا پھر دیگر۔ اس لیے مسلمانوں نے بھی بہت حد تک بی جے پی کو ووٹ دیا تھا اور اسے حکمرانی سونپنے میں اہم کردار نبھایا تھا۔ یہ بات دیگر ہے کہ اقتدار میں آنے کے بعد این ڈی اے حکومت نے مسلمانوں کے خلاف ہی کام کیا اس کی بہتری کے لیے نہیں۔ اس کے باوجود ہندوستانی مسلمانوں کی سیاسی، سماجی، تعلیمی اور اقتصادی حالت خواہ بہتر نہ ہو اور آزادی کے بعد سے اب تک کی تمام حکومتوں نے انہیں نظر انداز کیا ہو لیکن انتخابات کے دوران انہیں نظر انداز کرنا کسی بھی سیاسی پارٹی کے لیے ممکن نہیں ہے۔ اس کے برعکس جب ۲۰۱۴ میں اقتدار کانگریس سے دور ہو کر بی جے پی کے ہاتھوں میں آیا تو حالات مسلمانان ہند کی توقع کے برعکس ہو گئے۔ ۲۰۱۴ میں حکومت تبدیل کیا ہوئی مانو مسلمانوں کے لیے ماحول بھی بدل گیا۔ نتیجہ ملک کے سامنے ہے۔ کبھی گؤکشی کے نام پر، کبھی برقع کے نام پر تو کبھی تین طلاق کے نام پر ملک میں ہنگامہ ہوتا رہا۔ آپ

سبھی اس بات سے واقف ہیں کہ ماب لنچنگ میں ملک کے مختلف حصوں میں کتنے لوگوں کو مار دیا گیا۔ ایسا نہیں ہے کہ اسے حکومت نے فروغ دیا ہے لیکن ان واردات کے رونما ہونے اور اس کے خلاف کچھ نہ کرکے، کئی مرتبہ خاموش رہ کر ایسے لوگوں کو فروغ ضرور دیا گیا جو سوچتے ہیں کہ ۱۴۰۰ سال کے بعد ہندو حکومت کا قیام عمل میں آیا ہے۔ بی جے پی ہندوؤں کی پارٹی ہے اس لیے مسلمانوں کے خلاف ماحول سازی کا یہ صحیح وقت ہے۔ ملک کا ایک طبقہ یہ سوچنے لگا کہ ۱۹۴۷ کی تقسیم کا مطلب ہندو ہندوستان میں رہے اور مسلمان پاکستان چلا جائے۔ کل ملاکر حالات نے مسلمانوں کو سوچنے پر مجبور کر دیا ہے کہ ۲۰۱۹ کے عام انتخابات میں کچھ کیا جائے۔ اب سوال اٹھتا ہے کہ آیا ایسی صورت حال میں مسلمان کرے تو کرے کیا اور جائے تو جائے کہاں؟

دراصل یہ وہ سوال ہے جس کا جواب مسلمانان ہند آزادی کے بعد سے چاہتے تو ہیں لیکن انہیں مل نہیں رہا ہے۔ حقیقت یہ بھی ہے کہ انتخابات نہ تو شخصی امنگوں کی تکمیل کا ذریعہ ہوتا ہے اور نہ ہی انفرادی فروغ کا بلکہ یہ ملک کے پالیسی ساز اداروں میں اپنی پہنچ اور نمائندگی کے انتخاب کا ہوتا ہے۔ ایسے میں مسلمانان ہند کو صرف اور صرف اس بات پر غور فکر کرنے کی ضرورت ہے کہ ان کے نمائندے زیادہ سے زیادہ ایوان تک کیسے پہنچیں۔ تاکہ وہاں سے بننے والی پالیسی اور قانون میں مسلمانان ہند کو ملحوظ خاطر رکھا جائے۔ اعداد و شمار پر نظر ڈالیں تو پائیں گے کہ حالیہ لوک سبھا میں کئی مسلم ارکان پارلیمنٹ تھے۔ جن میں مغربی بنگال میں ترنمول کانگریس کے بشیر ھاٹ سے ادریس علی، الوبیریا سے سلطان احمد، بردمان سے ممتاز اور مرشدآباد سے سی پی ایم کے بی خان اور رائے گنج سے محمد سلیم، مالدہ شمالی سے کانگریس کی موسم نور اور مالدہ جنوبی سے ابو ہاشم خان چودھری الیکشن جیتے۔ بہار میں ارریہ سے آر جے ڈی کے تسلیم الدین، کٹیہار سے این سی پی کے طارق انور، کھگڑیا سے ایل جے پی کے چودھری محبوب علی قیصر اور کشن گنج سے کانگریس کے محمد اسرار الحق قاسمی انتخابات جیتے۔ جموں و کشمیر میں اننت ناگ سے پی ڈی پی لیڈر محبوبہ مفتی، بارہ مولہ سے مظفر حسینی بیگ اور سری نگر سے حامد کارا انتخابات جیتے ہیں۔ اتر پردیش میں ہوئے ضمنی انتخابات میں کیرانہ سے تبسم حسن نے کامیابی حاصل کی۔ آسام میں بارپیٹا سے سراج الدین اجمل اور دھبڑی سے بدرالدین اجمل انتخابات جیتے ہیں۔ یہ دونوں ہی آل انڈیا یونائیٹڈ ڈیموکریٹک فرنٹ کے ہیں۔ این سی پی کے محمد فیصل لکش دیپ سے اور انادرمک کے انور راجا تمل ناڈو کے رامناتھ پورم سے الیکشن جیتے۔ اے آئی ایم آئی ایم کے اسدالدین اویسی نے حیدرآباد سیٹ برقرار رکھی۔

اس کے برعکس حقیقت ہے کہ ہندوستان میں موجودہ وقت میں کم از کم ۵۰ سیٹیں ایسی ہیں جہاں مسلمان ووٹر فیصلہ کن تعداد میں ہے لیکن اس کے باوجود سیاسی سوجھ بوجھ کی کمی، نااہل قیادت اور ٹکڑوں میں منقسم ہونے کی وجہ سے ان حلقوں میں ہمیں کامیابی نہیں مل رہی ہے۔ اندازے کے مطابق، ملک میں تقریبًا ۲۰ فیصد سے زیادہ مسلم ووٹروں والی ۱۰۱ لوک سبھا سیٹیں ہیں۔ ان میں سے ۵۰ تو ایسی ہیں، جہاں ایک تہائی مسلم ووٹر ہیں۔ اس کے باوجود ۲۰۱۴ میں صرف ۲۵ مسلمان ہی لوک سبھا پہنچے۔ ایک رپورٹ کے مطابق، صرف ۷ ریاستوں اور ۱ مرکز کے زیر انتظام ریاست سے مسلم رکن پارلیمان منتخب ہوئے۔ ۲۲ ریاستوں اور ۶ مرکز کے زیر انتظام ریاستوں نے گزشتہ انتخابات میں ایک بھی مسلم ایم پی نہیں دیا۔ بہت سی پارلیمانی سیٹوں میں تعداد ہونے کے باوجود مسلم لیڈر شپ حاشیے پر ہے۔ ایسے حالات میں اب جب کہ لوک سبھا انتخابات سر پر ہیں مسلمانوں کے لیے ضروری ہے کہ وہ اپنی سیاسی حصہ داری کو بڑھانے کی خاطر غور و خوض کرے۔ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہم اپنی سیاسی بیداری کا ثبوت پیش کریں اور منظم طریقے سے اور متحدہ طور پر اپنے قیمتی ووٹ کا استعمال کریں تاکہ آئندہ لوک سبھا میں ہماری تعداد میں اضافہ ہو۔

۲۰۱۹ کے الیکشن میں فردِ مسلم کا حصہ

از: **ڈاکٹر رحمت حسین**، استاد شعبۂ عربی، مولانا مظہر الحق عربی و فارسی یونیورسٹی، پٹنہ

آزادیٔ ہند سے برسوں پہلے اقلیت میں ہوتے ہوئے اکثریت پر حکومت کرنے کی ممکن بنیادوں پر ایک منصوبہ بند کوشش شروع ہوئی۔ گردش زمانہ کے

نت نئے مشکلات کا سامنا کرتے ہوئے اکثر لوگوں کو یہ احساس ہوا کہ اب یہ کوشش دم توڑ دے گی مگر ایسا ہوا نہیں بلکہ ان مشکلات بھرے تلخ تجربوں نے اسے مزید قوت واستحکام اور نظم وضبط بخشااور ہندوستان کی اکثریت کو یہ یقین دلانے میں کامیاب ہوگئی کہ وہی ان کا مخلص ہے جوان کے دین ودنیا کا محافظ اور نگہبان ہے اوران پر برسوں سے ہورہے ظلم وستم کا خاتمہ کردے گی اور ظالموں کوملک بدر کردے گی یا انہیں نیست ونابود کردے گی۔ بھارتیہ جنتا پارٹی کو اس اقلیت کی زبردست حمایت حاصل ہے۔ بلکہ اس پارٹی کی منصوبہ بند کامیابی میں اس کوشش کا اہم رول ہے۔

اسی طرح ایک دوسری اقلیت ہے جسے مسلمانوں کے نام سے جانا جاتا ہے۔ اس کے پیشوا و رہنما بھی کچھ اسی طرح کا خواب دیکھتے ہیں اور پوری قوم کو یہ یقین دلانے کی کوشش کرتے ہیں کہ ایک مسلم کش پارٹی ہے جو اگر بر سر اقتدار ہوگئی تو پوری قوم پر قیامت ٹوٹ پڑے گی اور یہ حضرات اس کی زبردست مخالفت کرنا اپنا دینی فریضہ گردانتے ہیں۔ در حقیقت ان میں اکثر وہ ہوتے ہیں جو پس پردہ ان کے ایجنٹ ہوتے ہیں اور قوم مسلم کی جانب سے ان کی مخالفت کرکے ان کے ووٹ بینک کو مضبوط کرنے میں مصروف ہوتے ہیں۔ اور کچھ سادہ لوح ہوتے ہیں جو دیگر قوموں کی طرح مذہب کے نام پر بآسانی قربان ہوجاتے۔ ہندوستان میں مذہبی جذبات کا سب سے مہلک کھیل انتخابات کے زمانہ میں کھیلا جاتا ہے اور جس میں ایک غلط فیصلہ سے مکمل ایک نسل تباہ وبرباد ہوجاتی ہے۔

۲۰۱۹ میں ہو رہے انتخابات میں اس طرح کے حالات کو بخوبی محسوس جاسکتا ہے۔ ہر پارٹی اور ہر امیدوار انتخابات میں کامیابی حاصل کر بر سر اقتدار ہونے کی جنگ میں شامل ہے۔ اور حکمت عملی کے ساتھ ہر طرح کے پروپیگنڈے کرنے میں مصروف ہے۔ ہر انتخاب کی طرح اس بار بھی سب کی نگاہ مسلم ووٹ پر ٹکی ہے اور بظاہر انہیں رجھانے کے لیے ہر ممکن کوشش کی جارہی ہے۔ یہ قوم ان کا وہ محبوب ترین بکرا ہے جو انہیں کامیاب بھی بناتی ہے اور ان کی ناکامی کو چھپانے کے لیے قربان بھی ہوجاتی ہے۔

ماہرین سیاست کی مانیں تو تقریبا ۲۱۸ سیٹوں کا فیصلہ قوم مسلم کرتی ہے۔ ان میں ۱۴۵ سیٹ میں ۲۰ فیصد مسلم ووٹ ہیں جب کہ ۳۸ سیٹ میں ۳۰ فیصد مسلم ووٹ اور ۳۵ سیٹ میں ایک تہائی مسلم ووٹ۔ صرف بہار میں ۲۰-۷۰ فیصد مسلم ووٹ ہے۔ کشن گنج ۶۷ فیصد، کٹیہار ۳۸ فیصد، پورنیہ ۳۰ فیصد، ارریہ ۲۹ فیصد، مدھوبنی ۲۴ فیصد، دربھنگہ ۲۲ فیصد، سیتا مڑھی ۲۱ فیصد، مغربی چمپارن ۲۱ فیصد، مشرقی چمپارن ۲۰ فیصد۔ اتر پردیش میں دیکھیں تو ہمیں کل ۱۶ سیٹ ایسے ملیں گے جہاں مسلم ووٹ ۲۰-۵۰ فیصد ہے۔ رامپور میں ۵۰ فیصد، مرادآباد میں ۴۱ فیصد، سہارنپور ۳۹ فیصد، بجنور ۳۹ فیصد، امروہہ ۳۸ فیصد، میرٹھ ۳۱ فیصد، کیرانہ ۳۰ فیصد، بریلی ۲۹ فیصد، مظفر نگر ۲۸ فیصد، سنبھل ۲۸ فیصد، ڈمری گنج ۲۷ فیصد، بہرائچ ۲۳ فیصد، شاہجہاں پور ۲۱ فیصد، بارہ بنکی ۲۱ فیصد۔ مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ اتر پردیش میں ان تمام سیٹوں میں ایک بھی مسلم ایم پی منتخب نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ رامپور سے بھی کوئی مسلم ایم پی منتخب نہیں ہوا جہاں ۵۰ فیصد مسلم ووٹ ہے۔

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مسلم ووٹ مختلف قومی اور علاقائی پارٹیوں میں تقسیم ہوجاتی ہے۔ اتر پردیش میں ساجوادی پارٹی اور بہوجن سماج پارٹی میں، بہار میں راشٹریہ جنتا دل اور جنتا دل یونائیٹیڈ میں اور اسی طرح دیگر علاقائی پارٹیوں میں۔ ان تمام کے باوجود مرکز برائے فروغ سماجیات کی رپورٹ کے مطابق ۲۰۰۹ کے انتخابات میں بھارتیہ جنتا پارٹی کو ۸ فیصد مسلم ووٹ ملے جو گزشتہ انتخابات سے صرف ایک فیصد زیادہ ہے۔

ووٹوں کی یہ تقسیم مسلم رہنماؤں کی قیادت پر ایک ایسا سوالیہ نشان ہے۔ جو نہ صرف ان کی قیادت کی تضحیک کررہی ہے بلکہ ان کی مذہبی اور قومی منافقت کو بھی بے نقاب کررہی ہے۔ درحقیقت ۱۹۴۷ میں قوم مسلم کو انگریزوں سے آزادی تو مل گئی مگر انہیں مسلک وفرقہ پرستی کا غلام بنادیا گیا۔ در حقیقت قوم مسلم کا ہر فرقہ اور ہر جماعت قومی اور علاقائی پارٹیوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لیے کئی گروپ میں منقسم ہوکر حسب استطاعت قوم مسلم کے نام پر سیاسی فائدہ حاصل کرنے میں لگا ہے۔ جن کچھ لوگ کھل کر بی جے پی کی مخالفت کرتے ہوئے غیر مسلم ووٹوں کو بی جے پی کے لیے محفوظ کرنے میں اہم رول ادا کررہے ہیں تو کچھ لوگ پس پردہ ان کی حمایت میں سرگرم ہیں۔

ایسے ماحول میں جب کہ قوم مسلم فرقہ پرستی کی آگ میں جھلس رہی ہے اور کسی مسلم بلکہ اپنے فرقہ کے کسی ایک فرد کو اپنا قائد ماننے پر رضامند نہیں ہونا مسلم قیادت کے کالعدم قرار دینے کے مترادف ہے۔ قیادت کے نہ ہونے کی وجہ سے پوری قوم نہیں بلکہ فرد پریشان ہے۔ ظاہر ہے جب پریشانی فرد کی ہے تو ترجیح بھی فرد کو دی جانی چاہیے جیسا کہ رسول پاک ﷺ کی مکی زندگی کا خلاصہ ہے۔ اس وقت قوم مسلم مغلوب ومظلوم تھی تو رسول پاک ﷺ کے فیصلے میں قوم سے زیادہ فرد کی اہمیت تھی اور زیادہ تر آپ فرد پر توجہ کرتے قوم کی طرف کم مائل ہوتے۔ جب آپ مدینہ تشریف لائیں اور ماحول کچھ سازگار ہوا تو آپ نے قوم پر توجہ دی اور معاہدہ میں فرد کی جگہ قوم کو اہمیت دی۔ ہمیں بھی ان کی حکمت عملی کو اپناتے ہوئے آنے والے انتخاب میں قوم کی فکر چھوڑ کر فرد پر توجہ دینی چاہیے اور اپنے مفاد کے مطابق اپنے پسندیدہ امیدوار کو کامیاب بنانے کی کوشش کرنی چاہیے خواہ وہ امیدوار بی جے پی کا ہی کیوں نہ ہو۔ ☆☆☆

نقد و نظر

فروغ رضویات میں فرزندانِ اشرفیہ کی خدمات

تبصرہ نگار: مولانا محمد ساجد رضا مصباحی

نام کتاب : فروغ رضویات میں فرزندانِ اشرفیہ کی خدمات
ترتیب وتدوین : مولانا محمد ابوہریرہ رضوی مصباحی
مولانا محمد فیضان سرور مصباحی
صفحات : ۶۵۶
سن اشاعت: ۱۴۴۰ھ/۲۰۱۹ء
زیر اہتمام : تنظیم پیغام اسلام [طلبۂ جامعہ اشرفیہ مبارک پور]

جامعہ اشرفیہ مبارک پور دیارِ ہند میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے افکار ونظریات کی تبلیغ کا سب سے بڑا مرکز اور معتقدات اہل سنت کے تحفظ کا سب سے مضبوط قلعہ ہے۔ یہاں کی درو دیوار ذکر رضا کی خوشبوؤں سے ہمیشہ معطر رہا کرتی ہیں، یہاں کی محفلیں فکر رضا کی جلوہ سامانیوں سے جگمگاتی ہیں، یہاں سے اٹھنے والی ہر تحریک فکر رضا کا ترجمان ہوتی ہے اور یہاں کا فارغ التحصیل مسلک اعلیٰ حضرت کا سچا محافظ وپاسبان ہوتا ہے۔ جامعہ اشرفیہ مبارک پور ہمیشہ امام اہل سنت کے افکار ونظریات کا ترجمان رہا اور ان شاء اللہ اسی شان وشوکت کے ساتھ فکر رضا کی ترجمانی کرتا رہے گا۔ الحمدللہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور وقتی ہنگاموں اور جذباتی ایشوز سے اپنے آپ کو محفوظ رکھتے ہوئے اپنے نصب العین کے حصول کے لیے صحیح سمت سفر پر رواں دواں ہے، جامعہ اشرفیہ کی یہی روش اس کی عظمتوں میں چار چاند لگاتی ہے، اشرفیہ کل بھی سرسبز وشاداب تھا، آج بھی اس کی بہاریں قائم ہیں اور ان شاء اللہ قیامت تک یوں ہی قائم رہیں گی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ [۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ] کا صد سالہ عرس بریلی شریف سمیت پورے عالم اسلام میں الگ الگ انداز اور مختلف رنگ وآہنگ میں منایا گیا، عالم اسلام کے مختلف بلاد وامصار میں سیمینار وکانفرنس اور طرح طرح کی علمی تقریبات کا اہتمام کیا گیا، مصنفین نے کتابیں لکھیں، ادیبوں نے مقالے لکھے، شاعروں نے ترانے لکھے، اکیڈمیوں نے ضخیم نمبرات شائع کیے، تعلیمی اداروں نے اپنے اپنے طور پر جشن صد سالہ اعلیٰ حضرت کا اہتمام کیا اور صحافیوں نے اپنی صحافت کے ذریعہ امام اہل سنت کی بارگاہ میں خراج عقیدت پیش کیا۔

اس خاص موقع پر جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے طلبہ کی فعال تنظیم **”پیغام اسلام“** کے ارباب حل وعقد نے فروغ رضویات میں فرزندان اشرفیہ کی خدمات کے حوالے سے ایک دستاویزی مجموعہ شائع کرنے کا اہم منصوبہ بنایا، اس منصوبے کو جامعہ اشرفیہ کے ان شاہین صفت طلبہ نے جس سلیقہ مندی اور خوب صورتی کے ساتھ عملی جامہ پہنایا، وہ یقینا انہی کا حصہ ہے۔

تنظیم پیغام اسلام کے زیر اہتمام پہلی بار ۱۴۳۷ھ/۲۰۱۶ء میں سال نامہ باغ فردوس کی پہلی پیش کش **”مجددین اسلام نمبر“** کی صورت میں منظر عام پر آئی، جس میں ۵۵ / مجددین اسلام کا تعارف اور ان کے تجدیدی کارناموں کا تذکرہ علمی اسلوب میں پیش کیا گیا تھا، اس نمبر نے ہندوپاک میں غیر معمولی مقبولیت حاصل کی اور اسے علمی حلقوں میں بے حد پسندیدگی کی نظر سے دیکھا گیا، یہی وجہ ہے اس کا دوسرا ایڈیشن امام احمد رضا اکیڈمی بریلی شریف سے اور تیسرا ایڈیشن اکبر بک سیلرز لاہور سے شائع ہوا۔

۱۴۳۸ھ/۲۰۱۷ء میں طلبۂ اشرفیہ کی اس انجمن نے سات جلدوں میں مجتہدین اسلام کا جامع تذکرہ مرتب کرنے کا اہم منصوبہ بنایا اور اس کی پہلی جلد **”صحابۂ مجتہدین واہل فتویٰ“** ۲۰۱۷ء میں اور دوسری جلد **”تابعین مجتہدین واہل فتویٰ“** ۲۰۱۸ء میں عرس حافظ ملت کے موقع پر منظر عام پر آئی۔ **”مجددین اسلام نمبر“** کی طرح ان نمبرات کو بھی بڑی مقبولیت حاصل ہوئی اور ہندوپاک کے اہل علم نے انھیں ہاتھوں ہاتھ لیا، مجتہدین اسلام نمبر کی دونوں جلدیں بھی پاکستان سے شائع ہوئیں۔ آج جب کہ کتابوں سے قارئین کی دل چسپی ختم ہوتی جارہی ہے اور کسی کتاب کا پہلا ایڈیشن ہی ختم ہونا مشکل ہو گیا ہے ایسے میں ان کتابوں کا کئی کئی ایڈیشن شائع ہونا یقینا ان کی بے پناہ مقبولیت کی دلیل ہے۔

تنظیم پیغام اسلام کا سال نامہ باغ فردوس مسلسل پابندی کے ساتھ جس طرح ہر سال ضخیم نمبر شائع کر رہا ہے، اس سے یہ یقین ہو چلا ہے کہ

مجتہدین اسلام کی باقی جلدیں بھی اسی شان سے منظر عام پر آئیں گی اور طلبۂ اشرفیہ کے علمی و تاریخی کارناموں کا یہ سلسلہ جاری رہے گا۔

"فروغ رضویات میں فرزندان اشرفیہ کی خدمات" سال نامہ باغ فردوس کی چوتھی پیش کش ہے، گزشتہ کی طرح یہ مجموعہ بھی بے شمار معنوی وصوری خوبیوں سے مزین ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کئی برسوں سے اس موضوع پر باضابطہ کام کی ضرورت محسوس کی جارہی تھی، کیوں کہ خاک ہند میں فرزندان اشرفیہ ہر دور میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی کے افکار ونظریات کے مخلص داعی و مبلغ رہے ہیں اور فروغ رضویات کے حوالے سے ہمیشہ زمینی سطح پر کام کیا ہے، یہ حقیقت ہے کہ جامعہ اشرفیہ اوراس کے فارغین نے کبھی بھی غیر ضروری ایشوز کے پیچ وخم میں الجھ کر اپنا سمت سفر تبدیل نہیں کیا ہے، فتنوں کے اس دور میں نہ جانے کتنے طوفانوں نے جامعہ کے درودیوار سے ٹکرا کر اپنا سمت سفر بدل لیا، لیکن اشرفیہ جس شاہراہ پر کل تھا، آج بھی اسی پر پورے استقلال کے ساتھ گام زن ہے۔ امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ سے جامعہ اشرفیہ کا علمی وفکری اور روحانی رشتہ اس قدر مضبوط و مستحکم ہے کہ دونوں کا الگ الگ تصور ممکن ہی نہیں ہے۔

اس مجموعے کے سلسلے میں اجمالی طور پر یہ کہا جا سکتا ہے کہ پروپیگنڈوں کے اس دور میں نفرتوں کی دُکان سجانے والوں کے منھ پر یہ ایک زبردست طمانچہ ہے، اس عنوان کے انتخاب کے لیے میں سال نامہ باغ فردوس کے قافلہ سالار مولانا ابوہریرہ رضوی مصباحی اور مولانا فیضان سرور مصباحی کو جس قدر مبارک باد پیش کروں کم ہے۔

۶۵۶/ صفحات پر مشتمل اس ضخیم مجموعے میں ۱۲۴/ فرزندان اشرفیہ کے مختصر احوال و کوائف کے ساتھ رضویات کے حوالے سے ان کے گراں قدر کارناموں کا احاطہ کرنے کی کوشش کی گئی ہے، سن فراغت کی ترتیب سے جامعہ اشرفیہ کے ان باوقار فارغین کا ذکر بہت ہی اختصار اور جامعیت کے ساتھ کیا گیا ہے۔ فرزندان اشرفیہ کی ہمہ جہت خدمات کے تذکرے پر مشتمل بعض مضامین اور مولانا فضل الرحمن برکاتی کی تالیف "فرزندان اشرفیہ کی علمی و تصنیفی خدمات" وغیرہ تو نظر سے گزری ہے، لیکن ابنائے اشرفیہ کی رضویاتی خدمات کے حوالے سے اس قدر شان دار مبسوط اور ضخیم مجموعہ پورے آب و تاب کے ساتھ پہلی بار منظر عام پر آیا ہے جس کا سہرا سال نامہ باغ فردوس کے سر ہے۔

مجموعے کے ابتدائی صفحات میں نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شیخ طریقت حضرت سبحان رضا خاں سبحانی میاں، سجادہ نشیں آستانہ عالیہ بریلی شریف، عزیز ملت، حضرت علامہ شاہ عبد الحفیظ مصباحی دام ظلہ، فقیہ النفس حضرت مفتی محمد مطیع الرحمن مضطر رضوی کشن گنج، جناب پروفیسر فاروق احمد صدیقی مظفر پور جیسی قدآور شخصیات کے کلمات تبریک وتحسین اور دعائیہ تحریریں شامل ہیں۔ **"حرف آغاز"** میں گرامی قدر مولانا ابوہریرہ رضوی مصباحی نے سال نامہ باغ فردوس کا چار سالہ سفر اور اس کی حصول یابیاں، اس اہم مجموعے کی ترتیب و اشاعت کا پس منظر، اس تاریخی کام میں ان کی رہنمائی فرمانے والے جامعہ اشرفیہ کے مشفق اساتذہ، نیز ہر موڑ پر دست و بازو بننے والے وفاشعار احباب کا ذکر کیا ہے۔ مولانا ابوہریرہ رضوی حرف آغاز میں لکھتے ہیں:

"بہت سے اہل قلم نے اپنے صاحب تذکرہ پر تفصیلی بلکہ بہت تفصیلی تعارف لکھا تھا، مگر اشاعت کے لیے مطلوب خطیر رقم کی عدم فراہمی کی وجہ سے صفحات کم کرنے پڑے اور حسب ضرورت مواد ہی لیے جاسکے، اس پر اگر کسی کی دل شکنی ہوئی ہو تو معاف فرمائیں کہ اس کے سوا ہم طلبہ کے لیے کوئی اور چارۂ کار نہ تھا"۔

یقیناً اگر اس مجموعے میں فرزندان اشرفیہ کی رضویاتی خدمات کے ساتھ ان نفوس قدسیہ کے ذاتی احوال و کوائف اور ان کے دوسرے اہم کارنامے بھی تفصیل کے ساتھ شامل کر لیے جاتے تو اس کی اہمیت وافادیت مزید دوبالا ہو جاتی، لیکن مذکورہ بالا اقتباس میں حضرت مولانا ابوہریرہ رضوی نے جس پریشانی کا ذکر کیا ہے وہ بہر حال نظر انداز کیے جانے کے لائق نہیں ہے۔ طلبہ کا خطیر رقم صرف کر کے اس قدر ضخیم مجموعہ شائع کرنا اپنے آپ میں ایک بڑا کارنامہ ہے، جس کے لیے ان کی حوصلہ افزائی ہونی چاہیے۔ یہاں پر میں فرزندان اشرفیہ کی مقدس بارگاہوں میں التماس کرنا چاہوں گا کہ مادر علمی کی علمی وروحانی فضاؤں میں پروان چڑھنے والی یہ تنظیم مسلسل علمی و تحقیقی کارنامے انجام دے رہی ہے، یہ علمی کارنامے ہم سب کے لیے باعث افتخار ہیں، لہذا ہمیں اس تنظیم کے دست وبازو کو قوت بخشنے کے لیے آگے بڑھنے کی ضرورت ہے۔

"فروغ رضویات میں فرزندان اشرفیہ کی خدمات" کے ص:۱۹ سے ص: ۵۴ تک محترم مولانا فیضان سرور مصباحی کا ایک زبردست مقدمہ **"امام احمد رضا اور جامعہ اشرفیہ- فکری وعلمی روابط"** کے عنوان سے شامل ہے۔ ۳۴/ صفحات پر مشتمل یہ مبسوط اور اہم مقدمہ گویا اس سال نامے کے ۶۵۶/ صفحات کا خلاصہ ہے، جس میں بڑی جامعیت کے ساتھ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی قدس سرہ کے ساتھ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے علمی وفکری اور روحانی رشتوں کو اجاگر کیا گیا ہے۔ اس تفصیلی مقدمے میں موصوف نے بڑی مہارت کے ساتھ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے قیام سے اب تک یہاں سے فکر رضا کی ترویج

واشاعت کے حوالے سے ہونے والی کوششوں اور فروغ رضویات میں فرزندان اشرفیہ کی خدمات کا تذکرہ شامل کر لیا ہے۔

اس مقدمے میں: جامعہ اشرفیہ میں سند فراغت سے قبل حسام الحرمین کی تصدیق، فرزندان اشرفیہ اور حسام الحرمین کے خلاف سازشوں کا جواب، فتاویٰ رضویہ کی اشاعت میں فرزندان اشرفیہ کا کردار، مجلس برکات اور تحقیقات اعلیٰ حضرت کی اشاعت، دستورِ مجلسِ شرعی میں فکر رضا کی جلوہ گری، طلبۂ جامعہ اشرفیہ کی اعلیٰ حضرت سے عقیدت و محبت، جامعہ اشرفیہ مبارک پور سے رسائل رضویہ کی اشاعت، طلبۂ تخصص کی رضویاتی خدمات، جامعہ اشرفیہ اور بین الاقوامی سطح پر فروغِ رضویات جیسے ذیلی عناوین پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے۔

فرزندان اشرفیہ کے ذکر جمیل کے آغاز سے قبل برصغیر میں کاروان سواد اعظم کے چند قافلہ سالاروں کے نقوش حیات بھی شامل کر لیے گئے ہیں، تاکہ جامعہ اشرفیہ مبارک پور کے علمی، فکری اور روحانی رشتوں کا تسلسل قارئین کو معلوم ہو سکے۔ اس ضمن میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا بریلوی [۱۲۷۲-۱۳۴۰ھ] شیخ المشائخ حضرت سید شاہ علی حسین اشرفی میاں [۱۲۶۶-۱۳۵۵ھ] صدر الشریعہ مفتی محمد امجد علی اعظمی [۱۳۰۰-۱۳۶۷ھ] محدث اعظم سید محمد اشرفی کچھوچھوی [۱۳۱۱-۱۳۸۱ھ] حافظ ملت علامہ عبد العزیز محدث مراد آبادی [۱۳۱۲-۱۳۹۶ھ] علیہم الرحمۃ کی حیات و خدمات کے تابندہ نقوش شامل ہیں۔

ص: ۱۰۱ر سے **فرزندان اشرفیہ اور رضویات** کا باب شروع ہوتا ہے، اس باب میں سب سے پہلا نام جامعہ اشرفیہ سے ۱۹۴۲ء کے فارغ التحصیل حضرت علامہ حافظ عبد الرؤف مصباحی بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جنھوں نے سنی دار الاشاعت مبارک پور سے فتاویٰ رضویہ کی پہلی اشاعت میں کلیدی کردار ادا کیا۔

۱۲۴ر فرزندان اشرفیہ کی فہرست میں چند اہم اور منتخب نام یہ ہیں:

حضرت مفتی ظفر علی نعمانی مصباحی [فراغت ۱۹۴۲ء] شارح بخاری مفتی محمد شریف الحق امجدی مصباحی [فراغت ۱۹۴۳ء] رئیس القلم علامہ ارشد القادری مصباحی [فراغت ۱۹۴۴ء] بحر العلوم مفتی عبد المنان اعظمی مصباحی [فراغت ۱۹۴۷ء] اشرف العلما سید حامد اشرف مصباحی [فراغت ۱۹۵۲ء] محدث کبیر علامہ ضیاء المصطفیٰ قادری مصباحی [فراغت ۱۹۵۷ء] شیخ الاسلام علامہ سید محمد مدنی میاں اشرفی جیلانی مصباحی [فراغت ۱۹۶۲ء] حضرت مولانا ڈاکٹر فضل الرحمن شرر مصباحی [فراغت ۱۹۶۲ء] حضرت علامہ قمر الزماں اعظمی مصباحی [فراغت ۱۹۶۶ء] حضرت مفتی عبید الرحمن رشیدی مصباحی [فراغت ۱۹۶۷ء] عمدۃ المحققین حضرت علامہ محمد احمد اعظمی مصباحی [فراغت ۱۹۶۹ء] مصلح قوم وملت حضرت علامہ عبد المبین نعمانی مصباحی [فراغت ۱۹۶۹ء] حضرت مولانا بدر القادری مصباحی [فراغت ۱۹۶۹ء] حضرت مولانا مبین الہدیٰ نورانی مصباحی [فراغت ۱۹۶۹ء] حضرت علامہ یسین اختر مصباحی [فراغت ۱۹۷۰ء] حضرت مولانا رضوان احمد شریفی مصباحی [فراغت ۱۹۷۲ء] حضرت مولانا محمد حسین صدیقی مصباحی ابو الحقانی [فراغت ۱۹۷۵ء] حضرت مفتی عبد المنان کلیمی مصباحی [فراغت ۱۹۷۵ء] حضرت مولانا حنیف خاں رضوی مصباحی [فراغت ۱۹۷۹ء] حضرت مولانا ڈاکٹر غلام یحیٰ انجم مصباحی [فراغت ۱۹۷۹ء] محقق مسائل جدیدہ حضرت مفتی محمد نظام الدین رضوی مصباحی [فراغت ۱۹۸۰ء] حضرت مولانا نفیس احمد مصباحی [فراغت ۱۹۸۹ء] حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی [فراغت ۱۹۸۹ء] حضرت مولانا صدر الوریٰ قادری مصباحی [فراغت ۱۹۹۰ء] حضرت مفتی آل مصطفیٰ مصباحی [فراغت ۱۹۹۰ء] حضرت مولانا ڈاکٹر غلام جابر شمس مصباحی [فراغت ۱۹۹۱ء]

علم وتحقیق کی بساط پر اپنی صلاحیتوں کا لوہا منوانے والے اور افکار رضا کی ترویج و اشاعت میں نمایاں کردار ادا کرنے والے درجنوں نوجوان فضلاے اشرفیہ کے تذکار بھی اس مجموعے کی زینت ہیں۔ مجموعی طور پر ۱۹۴۲ء سے ۲۰۱۶ء تک کے ۱۲۴ فرزندانِ اشرفیہ کا انتخاب اس مجموعے میں شامل ہے، فرزندان اشرفیہ کے رضویاتی خدمات کے تذکرے پر مشتمل مجموعے کی یہ پہلی جلد ہے۔ اسی لیے ہم اس جلد کو ۱۲۴ر فرزندان اشرفیہ کا انتخاب کہہ سکتے ہیں ورنہ جامعہ اشرفیہ کے بے شمار ایسے فارغین ہیں جو اپنے اپنے حلقوں میں بڑی خاموشی اور استقلال کے ساتھ فکرِ رضا کی ترویج و اشاعت میں مصروف ہیں۔ اگر ان تمام فارغین کے احوال و کوائف اور ان کی بیش بہا خدمات کا احاطہ کیا جائے تو یہ کام کئی ضخیم جلدوں میں مکمل ہوگا۔ ہمیں امید ہے کہ ابناے اشرفیہ کی گراں قدر خدمات کی تاریخ مرتب کرنے کا کام بھی اسی انجمن کے زیر اہتمام انجام پائے گا۔

اس مجموعے کے آخری صفحات میں مرتب محترم مولانا ابو ہریرہ رضوی مصباحی نے رضویات کے حوالے سے ۸۴ر مصباحی علما کے مضامین ومقالات اور تصانیف و تالیفات کا اشاریہ شامل کر دیا ہے جو یقیناً رضویات کے محققین کے لیے ایک علمی تحفہ ہے۔

اس اہم علمی اور تاریخی کارنامے پر جامعہ اشرفیہ کے باوقار اساتذہ، تنظیم پیغام اسلام کے ارباب حل وعقد، سال نامہ باغ فردوس کے ارکا اور اس مجموعے کے مرتبین حضرت مولانا ابو ہریرہ رضوی مصباحی، حضرت مولانا فیضان سرور مصباحی ڈھیر ساری مبارک بادیوں کے مستحق ہیں، امید ہے کہ تنظیم پیغام اسلام کے بینر تلے علمی و تحقیقی کاموں کا یہ سلسلہ اسی طرح جاری رہے گا۔ ☆☆☆

علم اور علما

مہتاب پیامی

فیضِ سرکار سے ٹوٹا ہے جہالت کا حصار
علم کے نور سے پر نور ہے سارا سنسار

سوچیے علم نہ ہوتا تو یہاں کیا ہوتا؟ — صرف ظلمات کا ہی راہ میں پہرا ہوتا
ہر طرف ہوتیں فقط فتنہ و شر کی باتیں — علم نا آشنا انسان درندہ ہوتا
عصمت و عفت و ناموس و حیا کی باتیں — کون کرتا؟ کہاں اِن باتوں کا چرچا ہوتا؟
دین و دنیا کی خبر ہوتی نہ انسانوں کو — ذہنِ انسان پہ بس جہل کا غلبہ ہوتا

پوجے جاتے وہی مٹی، وہی پتھر کے بت
وہی انسان کی ہر سمت اندھیرا ہوتا

ہاں مگر ہو گیا انسان پہ فضلِ داور — علم کے نور سے روشن ہوئے دلِ اور جگر
حق کے اسرار ہوئے قلبِ بشر میں ظاہر — علم سے کر لیا انسان نے تسخیرِ قمر
اپنی رفتار کو آواز کی رفتار کیا — مثلِ طائر کیا پرواز فضا میں بڑھ کر
علم سے پا لیے طاقت کے نئے سرچشمے — اور جہالت کو کیا پاؤں تلے زیر و زبر

علم نے بخشے ترقی کے وسائل بے حد
زیر، فرسودہ روایات کا کر ڈالا سر

☆☆☆

علم وہ، جس کی بنا پیکرِ شاہِ ابرار
اُس کی پر نور شعاعوں سے ہے روشن سنسار

اور جو علم کی خواہش میں رہے روز و شب — ان سے راضی ہوا مہتاب، ہمارا رب
وہ کہ جو عالمِ غربت میں تھے صُفہ کے مکیں — آج تک کرتے ہیں سب اہلِ جہاں اُن کا ادب
کارواں علم کا اصحاب پیمبر سے بڑھا — اس طرح پہنچے عجم تک یہی انوارِ عرب
علم والوں پہ ہوا سارا زمانہ قرباں — علم والوں کو ملے دونوں جہاں میں منصب

علم و علما کی فضیلت میں لکھوں کیا، مہتابؔ
دونوں عالم میں ہے دونوں ہی کا چرچا مہتابؔ

دونوں انسان کو دیتے ہیں سراغِ منزل — دونوں انساں کو بنا دیتے ہیں انساں کامل
نسلِ آدم پہ ہیں دونوں کے ہی احسان بہت — احترام ان کا کرے کیوں نہ یہ انسان بہت
بزمِ عالم میں ہیں دونوں ہی خدا کی نعمت — دونوں دکھلاتے ہیں انسان کو راہِ جنت
سر پہ انساں کے سلامت رہے سایہ اِن کا — رب سے مہتابؔ! کیا کرتا ہوں ہر وقت دعا
اِن کے فیضان کا سورج رہے تاباں ہر دم — اور روشن رہے یہ عالمِ امکاں ہردم

کوئی بھی مذہب دہشت گردی کی تعلیم نہیں دیتا

مکرمی! بروز جمعہ نیوزی لینڈ کی دو مسجدوں میں جس طرح سے بے گناہوں پر فائر کرکے چالیس سے زائد لوگوں کو موت کی نیند سلادیا گیا، اور بہت سارے لوگوں کو زخمی کیا گیا، وہ پوری انسانیت کو شرمسار کرنے والا عمل ہے۔ مذہب اسلام کے نزدیک ایک بے گناہ انسان کا قتل پوری انسانیت کے قتل کے مترادف ہے، میں اس گھناؤنے عمل کی سخت الفاظ میں مذمت کرتا ہوں۔ اللہ تعالی شہدا کے اہل خانہ کو صبر جمیل عطا فرمائے، اور زخمی افراد کو جلد از جلد صحت کاملہ وعاجلہ عطا فرمائے، ان کے غم میں صرف نیوزی لینڈ ہی نہیں بلکہ دنیا کے سارے ممالک کے باشندگان شریک ہیں۔ شرپسند اور دہشت گرد عناصر اس طرح کی مذموم حرکتیں انجام دے کر کسی بھی ملک کے شیرازے کو درہم برہم کرنا چاہتے ہیں، کیوں کہ ان کا کوئی دھرم اور مذہب نہیں ہوتا، اگر دھرم اور مذہب ہوتا تو پھر اس طرح کی مذموم حرکت کے مرتکب نہیں ہوتے، دنیا کے سارے مذاہب دہشت گردانہ حملوں کے مخالف ہیں، کوئی بھی مذہب اس طرح کی دہشت گردی کی تعلیم نہیں دیتا ہے، بلکہ اپنے متبعین کو اس سے دور رہنے کی تعلیم دیتا ہے، دور حاضر میں پوری دنیا کے ممالک کے سربراہان بھلے ہی کامیابی اور کامرانی کا دعوی کرلیں، مگر وہ اس قسم کی دہشت گردانہ حملوں کی روک تھام کے بارے میں کوئی خاص لائحۂ عمل تشکیل نہیں دے پارہے ہیں، دہشت گردانہ حملہ کرنے والوں پر قدغن لگانے کے ساتھ ساتھ انہیں ٹھوس سبق سکھانے اور سخت سے سخت سزا دینے کی ضرورت ہے، اس طرح کا حملہ کسی ایک ملک کے لیے مخصوص نہیں، اس طرح کا حملہ عام ہوتا چلا جارہا ہے، جو پوری دنیا کے لیے چیلنج بنا ہوا ہے، اس سے نپٹنے کے لیے انفرادی جدوجہد نہیں بلکہ اجتماعی جدوجہد کی اشد ضرورت ہے۔

از: مولانا محمد عبدالباری نعیمی اعظمی
استاذ مدرسہ عربیہ فیض نعیمی، اترولیا، ضلع اعظم گڑھ، یوپی، انڈیا

سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ

مکرمی! ہندوستان میں اسلام کی آمد سے لے کر اب تک ترویج دین متین کی جو بھی تگ ودو اور جدوجہد ہوئیں، ان میں اولیاے کرام بزرگان دین، اور صوفیائے عظام کا اہم کردار رہا ہے۔ جس کے نتیجہ میں آج دنیا کے گوشے گوشے میں اسلام کا پرچم بلند ہو رہا ہے، یہ مقدس ہستیاں بلاکسی تفریق مذاہب و ملل لوگوں کے اندر اسلام کی محبت پیدا کرنے کی جانب گامزن رہیں، ان پاکیزہ ہستیوں نے باشندگان ہند کے دلوں سے ظلمت وبربریت، کفروشرک، الحادو بے دینی کی گھٹاٹوپ تاریکیوں کو دور کرکے خدائے وحدہٗ لاشریک کے سامنے جبین عقیدت خم کرنے کے لیے اپنی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ وقف کردیا۔ سرزمین ہند میں متبعین اسلام کی کثیر تعداد ایسی ہے جو اولیاے کرام، بزرگان دین، صوفیوں اور شہیدوں کی کاوش اور جدوجہد سے اسلام کی نعمت سے بہرہ ور ہوئی ہے، ان عظیم شخصیتوں میں شہید اعظم سید سالار مسعود غازی کی ذات سر فہرست ہے، آپ نے بہت کم عمر میں اسلام کی وہ خدمات انجام دی ہیں، جو ناقابل فراموش ہیں، آپ کی خدمات تبلیغ اسلام کی خاطر کافی وسیع تر ہیں، آپ کی ولادت باسعادت ۲۱ شعبان المعظم ۴۰۵ھ بمطابق ۱۵ فروری ۱۰۱۵ء اجمیر شریف میں ہوئی، آپ کے والد گرامی حضرت سید سالار ساہو سلطان محمود غزنوی کے سپہ سالار تھے، اور والدہ ماجدہ بی بی ستر معلی سلطان سبکتگین کی صاحبزادی اور سلطان محمود غزنوی کی بہن تھیں، جب آپ کی عمر چار سال، چار ماہ، چار دن، کے ہوئی تو رسم بسم اللہ خوانی کے لئے پروگرام منعقد ہوا، آپ کے والد گرامی نے بہترین تعلیم وتعلم اور تربیت کے حصول کے لیے اس وقت کے ماہر نباض ظاہری اور باطنی علوم میں ید طولیٰ رکھنے والے حضرت سید ابراہیم بارہ ہزاری کو منتخب کیا، اس حسین موقع پر استاد محترم کو بیش قیمت انعامات سے نوازا گیا، اللہ تعالی نے سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ علیہ کو متعدّد

اوصاف سے متّصف کیا تھا، آپ کی فہم و فراست قابل تعریف تھی، سید ابراہیم بارہ ہزاری ظاہری اور باطنی علوم کا گوہر نایاب بہت ہی قلیل مدت میں سید سالار مسعود غازی کو تفویض کر دیا، اور صرف ۹ سال میں آپ نے تمام علوم میں مہارت حاصل کر لی، سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ تقریباً تین سال ہندوستان کی مختلف جنگی مہمات میں سلطان محمود غزنوی کے ساتھ ساتھ رہے، سلطان محمود غزنوی آپ کے اخلاق حسنہ اور کارنامے سے حد درجہ متاثر تھے، محمود غزنوی کے تاریخ ساز معرکہ سومنات منعقدہ ۱۰۲۵ میں فتح یابی کے بعد آپ غزنی چلے گئے۔ لیکن وہاں کی سیاسی حالت موافق نہ رہنے کے باعث واپس ہندوستان آ گئے۔ آپ جب غزنی سے آزاد ملک ہندوستان کے لئے روانہ ہوئے۔ تو آپ کے ساتھ محمود غزنوی نے گیارہ ہزار فوج کر دی تھی، جس کا ہر فرد بادۂ شہادت کا طالب بن کر نکلا تھا، انہیں نہ تو کسی بادشاہ کے خزانہ کی پشت پناہی حاصل تھی، نہ کسی ارباب اقتدار کی عظمت کا آسرا تھا، ان بادۂ توحید کے متوالوں کو نہ کسی کی عظمت پر حملہ کرنا تھا، نہ کسی کو تخت شاہی سے اتار کر ذلت و رسوائی کی عمیق گار میں ڈالنا تھا۔ اور نہ کسی تاجدار کے پایۂ تخت کو پائیدار کرنا تھا۔ ان کا مقصد تو صرف اسلام کے کلمہ حق کو لوگوں تک پہنچانا تھا۔ ظلم و بربریت کا خاتمہ کرنا تھا، ناتواں، پس ماندہ، دبے، کچلے لوگوں کو مدد پہنچانے کے ساتھ ساتھ انہیں خدائے وحدہٗ لاشریک کے سامنے جبین عقیدت خم کرنے کا پیغام دینا تھا، بذریعہ کشتی دریاؤں کو عبور کرتے ہوئے، اسلام کی ترویج و اشاعت کا جذبہ صادقہ دل میں بسائے ہوئے دلی، میرٹھ، بلگرام، کنوج، سنڈیلہ ملیح اباد ہوتے ہوئے (ست رکھ) بارہ بنکی پہنچے، آپ کے حسن اخلاق، رہن سہن، وضع قطع، بود و باش، کو دیکھ کر راستے میں مختلف طبقات سے تعلق رکھنے والے افراد آپ کے دست حق پرست پر تائب ہو کر مشرف با اسلام بھی ہوتے گئے، ہندوستان کے شمال اور مغرب میں دین اسلام کی ضیا پاشی کرنے والے مجاہد اعظم، غازی ملت، مظلوموں کا فریاد رس، رہبر شریعت شیر خدا، مولائے کائنات، فاتح خیبر، حضرت علی کرم اللہ تعالی وجہہ الکریم کا عکس جلال بن کر بہرائچ تشریف لائے، بہرائچ پانچویں صدی ہجری میں ایک بیابانی علاقہ تھا، یہاں چھوٹی چھوٹی خود مختار ریاستیں تھیں، کوہ ہمالیہ سے نکلنے والے دریا بہرائچ کے مختلف حصوں میں جاری ہیں، دریائے گھاگھرا ابھی بہ رہا ہے، خود بہرائچ کے اندر متعدّد نہریں جاری ہیں، جن میں انار کلی بہت مشہور ہے، انار کلی کے کنارے سورج دیوتا کی مورتی تھی، پورے ملک میں دو مندر تاریخ کے صفحات میں ایسے ہیں، جن کو مشرکین کے دھرم میں بالادستی حاصل تھی، ایک سومنات مندر جو چاندی کی تھی، جسے محمود غزنوی اور سید سالار مسعود غازی نے پاش پاش کیا تھا، اور دوسرے انار کلی کا سورج دیوتا ہے، یہاں ہر اتوار کو میلا لگتا تھا، جس میں ہندوستان کے اطراف و اکناف سے کفار و مشرکین پرستش کرنے کی غرض سے آتے تھے، انار کلی کے ارد گرد متعدّد مندر تھے، ایسی جگہ سید سالار مسعود غازی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا قیام کرنا، مصلیٰ بچھا کر پنجگانہ نماز پڑھنا، تسبیح و تہلیل، اوراد و وظائف کا معمول اختیار کرنا، اور مشرکین، کفار کے معبودان باطلہ کی بیخ کنی کرنا، لوگوں کو اسلام کی دعوت دینا، وہاں کے راجاؤں کو راس نہیں آ رہی تھی، اس لیے آپ کی آواز پر بھڑ قوم اور دیگر قوموں کے لوگ یکے بعد دیگرے مشرف بہ اسلام ہو رہے تھے، ان سب حالات کو وہاں کے راجاؤں نے بچشم خود دیکھا تو دھرم رکچھا نام اندولن چھیڑا، دو مرتبہ شکست فاش کے سبب تمام تر راجہ بوکھلائے ہوئے تھے، اس بار ملک گیر جنگی مہم کے ذریعہ آپ اور آپ کے عقیدت مندوں کے اوپر حملہ کر دیا گیا، اکثر عقیدت مند داغ مفارقت دے چکے تھے، دوپہر میں سہر دیو چھپ کر آیا اور عصر تک باغ کو چاروں طرف سے گھیر لیا، اچانک تیروں کی بوچھار ہونے لگی، دونوں طرف سے گھمسان کی جنگ چھڑ گئی اچانک چھپ کر ایک تیر سہر دیو نے ایسا مارا کہ سید سالار مسعود غازی کے حلق میں پیوست ہو گیا۔ اور کلمہ شہادت زبان پر جاری ہو گیا، عصر و مغرب کے بیچ آپ داغ مفارقت دے گئے، اناللہ وانا الیہ راجعون۔

۱۴ رجب المرجب ۴۲۴ ہجری بمطابق جولائی ۱۰۳۳ عیسوی شہادت واقع ہوئی، آپ نے اپنی تمام تر کوششوں کو بروئے کار لاتے ہوئے زندگی کی آخری لمحات تک امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا درس دیا، آپ کی تعلیمات، پیغامات، فرمودات اور مشن کو ہر خاص و عام تک پہنچانے کے لیے ہر سال ۱۴ رجب المرجب کو بہرائچ میں عرس کا انعقاد کیا جاتا ہے، جس میں دنیا کے گوشے گوشے سے لاکھوں کی تعداد میں لوگ حاضر ہو کر آپ کے روحانی فیوض و برکات سے مالا مال ہوتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمیں آپ کے نقش قدم پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

از: محمد عبدالباری نعیمی اعظمی
استاد مدرسہ عربیہ فیض نعیمی، سریا پہاڑی، اترولیا، اعظم گڑھ

خیروخبر

مولانا محمد شفیق نعیمی کے فاتحۂ چہلم پر اجلاس

ٹیچرس ایسوسی ایشن مدارس عربیہ اتر پردیش کے سابق صدر شفیقِ ملت حضرت مولانا قاری محمد شفیق نعیمی علیہ الرحمہ کا فاتحۂ چہلم ۲۳؍ مارچ ۲۰۱۹ء موضع ملدہ میں مولانا سید فیضان الدین نعیمی اور مولانا معین الدین دانش نعیمی کی سرپرستی میں منایا گیا۔ پروگرام کو خطاب کرتے ہوئے مولانا کمال احمد علیمی استاذ دار العلوم علیمیہ جمدا شاہی نے کہاکہ حضرت مولانا قاری محمد شفیق نعیمی اسم بامسمّٰی تھے، انھوں نے اپنی پوری زندگی مدارس اور علما کی خدمت کے لیے وقف کر دی تھی۔ مفکرِ اسلام حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور نے کہاکہ ٹیچرس ایسوسی ایشن مدارسِ عربیہ اتر پردیش سے منسلک ہوکر آپ نے جو دینی و ملی خدمات انجام دی ہیں وہ آبِ زر سے تحریر کرنے کے لائق ہیں۔ آپ نے فرمایا: حضرت شفیقِ ملت نے خود اعلیٰ دینی تعلیم تو حاصل کی اور دینِ اسلام کے مطابق خاندان کے افراد کو عصری و دینی تعلیم سے آراستہ کیا اور خواتین کو دینی تعلیم سے آراستہ کیا جس کی روشنی پورے علاقے میں نور بکھیر رہی ہے، انھوں نے کہاکہ حضرت شفیقِ ملت نے دار العلوم عثمانیہ افضل المدارس قائم کیا، ساتھ ہی عثمانیہ نسواں کالج ملدہ قائم کیا جنھیں صفِ اول میں شمار کیا جاتا ہے۔

آپ نے بڑی تفصیل سے حضرت شفیقِ ملت کی بلند پایہ شخصیت اور خدمات پر روشنی ڈالی، آپ نے فرمایاکہ حضرت شفیقِ ملت نے دورۂ حدیث جامعہ عربیہ انوار القرآن بلرام پور میں شارح بخاری حضرت مفتی محمد شریف الحق امجدی علیہ الرحمہ کی درس گاہ میں مکمل فرمایا۔ حضرت قاری محمد شفیق علیہ الرحمہ نے تحریر فرمایا ہے: ”ایک سال مکمل حضرت کی خدمت میں رہ کر جو کچھ حاصل کیا وہ حضرت کی نگاہ کرم کا خاص فیضان ہے۔ آپ نے مزید تحریر فرمایا: مجھے اعتراف ہے کہ اگر وہ قیمتی سال نہ ملتا تو میں ہلاک ہو جاتا۔“

آپ نے اپنے خطاب میں فرمایا: دار العلوم فضلِ رحمانیہ میں حضرت شارح بخاری نے تقرر فرمایا، بفضلہٖ تعالیٰ حضرت شفیقِ ملت وہاں سے ریٹائر ہوکر سبکدوش ہوئے۔ آپ نے فرمایا حضرت شفیق ملت پر بریلی شریف اور جامعہ اشرفیہ مبارک پور کا یکساں فیضان ہے۔ خانوادۂ رضویہ بریلی شریف اور برصغیر کی عظیم علمی دانش گاہ جامعہ اشرفیہ کے گہرے رابطے پر بھی دلائل و شواہد کے ساتھ بھرپور بیان فرمایا۔ آپ نے فرمایاکہ قاضی القضاۃ فی الہند حضرت تاج الشریعہ نے قریب ۱۶؍ برس قبل سلسلہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ کی خلافت و اجازت اپنے دست مبارک سے عمامہ شریف باندھ کر عطا فرمائی اور سندِ خلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔ مولانا حفیظ اللہ نعیمی اور مولانا کمال اختر مصباحی نے کہاکہ کچھ ایسی شخصیتیں بھی ہوتی ہیں جنھیں بعد وفات ان کی اہم خدمات اور کارناموں کی بدولت ان کے محبین انھیں کبھی فراموش نہیں کرتے، مولانا قاری محمد شفیق نعیمی بھی انھیں شخصیتوں میں سے ایک ہیں۔ زندگی کے آخری ایام تک کام اور صرف کام کرتے رہے اور نئی نسلوں کو کام کرنے کا شعور بخشتے رہے۔ اللہ رب العزت آپ کی ہمہ جہت خدمات کو شرف قبولیت عطا فرمائے اور ان کا بہتر اجر عطا کرے۔ اخیر میں معروف قلم کار اور نام ور شخصیت حضرت مولانا ازہر القادری کے ذریعہ تالیف کردہ ۳۵۲ صفحات پر مشتمل کتاب، ”شفیقِ ملت حیات و خدمات“ کا رسم اجرا علما و مشائخ کے ہاتھوں کیا گیا۔ اس موقع پر حضرت مفتی مسیح احمد مصباحی، مولانا نور الحسن خان ازہری، مولانا برکت حسین مصباحی، مولانا ذاکر مصباحی، ڈاکٹر رضوان الرضا رضوان، قاری محمد جلال الدین قادری، انسپکٹر پیر محمد خان نعیمی، احمد الفتاح، مولانا حیدر علی نعیمی، مفتی عبد السلام مصباحی، مفتی عبد الرحمٰن، ماسٹر شکیل رضا، محمد عماد رضا، ڈاکٹر انور حسین خاں سمیت کثیر تعداد میں علما و عوام موجود تھے۔ اخیر میں قل شریف اور دعا کے بعد پروگرام کا اختتام ہوا۔

از: نور الہدیٰ مصباحی، لکشمی پور، مہراج گنج

عرس خواجہ غریب نواز پر طلبۂ مدارس میں نوری مشن سے ”تعلیمی وظیفہ“ کی تقسیم

مالیگاؤں: طلبۂ مدارسِ دینیہ کی حوصلہ افزائی کے لیے صحت مند

اقدام کی ہم ستائش کرتے ہیں۔ نوری مشن کے ذریعے عرس خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی مبارک ساعتوں میں طلبۂ اسلامیہ کی حوصلہ افزائی کے لیے نقد وظائف و کُتبِ دینیہ کی تقسیم کو مولیٰ تعالیٰ شرفِ قبولیت سے نوازے۔ اس طرح کا اظہار علمائے اہلِ سُنّت نے ۱۶/ مارچ ۲۰۱۹ء سنیچر کو نوری مشن کے ذریعے ''تعلیمی وظیفہ'' کی تقسیم کے ضمن میں کیا۔ اس سلسلے میں تعلیمی انہماک، محنت، ڈسپلن، پابندی وقت کے تئیں منتخب طلبہ کو ''خواجہ غریب نواز تعلیمی وظیفہ'' بشکل نقد پیش کیا گیا۔ جامعہ حنفیہ سنیہ میں قاضیِ اہلِ سُنّت مفتی واجد علی یار علوی اور مولانا مدثر حسین ازہری (پرنسپل جامعہ) کے بدست طلبہ کو وظائف تفویض کیے گئے۔ الجامعۃ الزہرا اہل سنت اظہار العلوم میں کاملی محمد رمضان کے توسط سے طالبات میں وظائف کی تقسیم ہوئی۔ نیز ایسی طالبات جو علم دین کے ساتھ ہی دسویں و بارہویں کے امتحانات دے رہی ہیں؛ کو کتابوں کے سیٹ سے نوازا گیا۔ بعدہٗ دار العلوم اہل سنّت سیدنا امیر حمزہ میں مفتی نور الحسن مصباحی کے دست مبارک سے وظائف و کتب کی تقسیم ہوئی۔ دار العلوم غوث اعظم میں الحاج حافظ محمد ساجد حسین اشرفی کے بدست طلبہ کو وظائف تفویض ہوئے۔ اور جامعہ اہل سنت ام حبیبہ للبنات کی طالبات میں معلمات کے ذریعے وظائف تقسیم کیے گئے۔ مذکورہ پروگرام کی انجام دہی میں محمد سعید رضا، فرید رضوی کی جدوجہد شامل رہی۔ اس ضمن میں غلام مصطفیٰ رضوی نے طلبہ سے تخاطب میں کہا کہ حصول علم دین میں محنت و لگن وانہماک سے قوم مسلم کا تابناک مستقبل مربوط ہے جس کے لیے طلبہ کی جدوجہد لائق ستائش ہے۔ اسی کے ساتھ منتظمین و اساتذۂ مدارس کا اخلاص بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ مشن کے اراکین کا یہ تاثر رہا کہ اسلاف کے یومِ عرس پر طلبۂ مدارس دینیہ کی حوصلہ افزائی کے لیے وظائف جاری کر کے اعلیٰ حضرت کے دس نکاتی منصوبے کو تقویت پہنچائی جا سکتی ہے، جس کا ایک نکتہ وظائف سے متعلق ہے۔

از: نوری مشن، مالیگاؤں

اتر دیناج پور میں جشن صد سالہ اعلیٰ حضرت و عرس کلیمی

۱۷/۱۸/ فروری ۲۰۱۹ء کھاڑی پارہ اسلام پور ضلع اتر دینا پور مغربی بنگال میں حضرت مولانا الحاج محمد تراب الدین رضوی کی صدارت اور اراکین عرس کمیٹی کے زیر اہتمام ایک عظیم الشان جشن صد سالہ اعلیٰ حضرت و عرس کلیمی کا انعقاد ہوا۔ بعد نماز عصر علاقائی عوام اور اراکین عرس کمیٹی نے صاحبان مزار حضرت سید شاہ محمد کلیم الدین و فتح الدین علیہ الرحمۃ والرضوان کے مزارات کی چادر پوشی کی۔ بعد نماز عشا باضابط حضرت مولانا قاری محمد فاضل صمدانی مصباحی کی تلاوت کلام پاک سے عرس کی تقریب کا آغاز ہوا، جناب ہلچل سیوانی نے نظامت کے فرائض انجام دیے، سلیم احمد فیض جھارکھنڈی ساغر دیناج پوری، غلام مصطفیٰ کلتوی اور مولانا فضل صاحب دیناج پوری، نے بارگاہ رسالت مآب میں منظوم خراج عقیدت پیش کیا۔

اس جشن صد سالہ اعلی حضرت و عرس کلیمی میں ڈاکٹر مفتی محمد شہر یار رضا پورنیہ، بہار، خلیفۂ حضور امینِ شریعت حضرت مفتی محمد مزمل حسین قادری رضوی صدر المدرسین مرکزی دار العلوم غریب نواز، ملاڈ ایسٹ ممبئی۔ راقم الحروف عبد الحنان قادری مصباحی نے خصوصیت کے ساتھ خطاب فرمایا۔

حضرت علامہ مزمل حسین قادری نے اپنے خطاب میں فرمایا کہ: مجدد دین و ملت سیدنا سرکار اعلی حضرت قدس سرہ العزیز کے تابندہ نقوش سے سارا عالم بہرہ ور ہو رہا ہے۔ فروغ مذہب کے لیے امام احمد رضا کی تعلیمات اور عالمگیر ہمہ جہت شخصیت سنگ میل کا درجہ رکھتی ہے خصوصیت کے ساتھ عصر حاضر میں جہیز کے سلسلہ میں جو بے اعتدالی، بے راہ روی، پراگندگی عام ہو چکی ہے اس کی شرعی حیثیت اور علاج و حل پیش کرتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ اس سلسلہ میں اگر امام احمد رضا کے ارشادات و فرمودات پر عمل کیا جائے تو اسلامی معاشرہ صالح و خوشگوار بن سکتا ہے، بے اعتدالیوں کا سدباب اور پراگندگیوں کا خاتمہ ہو سکتا ہے۔

عرس کی تقریب میں مقامی و بیرونی علمائے کرام وائمۂ عظام نے بھی شرکت کی بالخصوص حضرت مولانا اسحاق عالم اشرفی، حضرت مولانا مامون رشید، حضرت مولانا نسیم القادری، حضرت مولانا قمر قاسم، حضرت مولانا نسیم اختر، حضرت مولانا مفتی ذاکر انجم، حضرت مولانا نور جمال، حضرت مولانا شمس الزماں، حضرت مولانا محبوب عالم، حضرت مفتی نور محمد، حضرت مولانا ذاکر حسین، حضرت مفتی عالمگیر، حضرت مولانا غلام جیلانی، حضرت مولانا عبد الرزاق، حضرت مولانا جمال احمد، حضرت مولانا عبد الرؤف حضرت مولانا بابل حسین حضرت مولانا قاری آزاد وغیرہم رونق اسٹیج تھے۔

اخیر میں صلوٰۃ و سلام اور حضرت مفتی مزمل حسین کی دعاخوانی پر عرس اختتام پزیر ہوا۔

از: ابوالحسان عبدالحنان قادری مصباحی

استاد مدرسہ مجیدیہ سرائے ہڑہا، بنارس

عرس فریدی، بدایوں شریف

حسبِ روایتِ قدیم، امسال بھی قطبِ بدایوں، سراج السالکین حضرت علامہ مفتی شاہ محمد ابراہیم فریدی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا سالانہ عرس مبارک "عرس فریدی" ۱۱/۱۲/ مارچ ۲۰۱۹ء بروز پیر، منگل خانقاہ آبادانیہ فریدیہ، محلہ کمان گران، بدایوں شریف میں شریعت و طریقت کے دائرہ میں نہایت اہتمام اور شان و شوکت کے ساتھ منایا گیا۔ ۱۱/ مارچ ۲۰۱۹ء بروز پیر بعد نمازِ ظہر گیارہویں شریف کی بابرکت نیاز سے لنگر کا آغاز کیا گیا۔ بعد عصر چادر پوشی کی مختصر محفل حویلی حضرت قطبِ بدایوں میں منعقد کی گئی۔ محفل کا آغاز صاحبِ سجادہ شیخِ طریقت صوفی شاہ محمد انور علی سہیل فریدی نے تلاوت کلام اللہ سے کیا، اس کے بعد حدیثِ پاک "انما الاعمال بالنیات" پر مختصر جامع تقریر کی۔ اپنی گفتگو میں شیخِ طریقت نے نیت کی اہمیت اور خلوص کو بیان کیا اور فرمایا کہ انسان کے عمل کا دارومدار نیت پر ہے، حسنِ نیت بڑی چیز ہے، جو بھی کام کرو خلوصِ نیت سے کرو، خلوصِ نیت سے ہی خدا کی رضا حاصل ہوتی ہے، اپنے آپ کو ریا، نمو اور دکھاوا سے دور رکھو۔ خانقاہ دار العمل ہے، یہاں عمل پر زور دیا جاتا ہے، مجاہدہ کرایا جاتا ہے، دلوں کو جوڑا جاتا ہے، انسانیت، امن، شانتی اور بھائی چارگی کا اسلامی پیغام دیا جاتا ہے۔

اس کے بعد ہدیۂ نعت و منقبت پیش کیا گیا، چادر شریف برآمد ہوئی، جلوس کی شکل میں زائرین خانقاہ میں داخل ہوئے، چادر پوشی، گل پوشی و گلاب پاشی کی رسم ادا کی گئی۔ شب میں محفلِ میلادِ پاک کے بعد طرحی نعتیہ و منقبتی مشاعرہ منعقد ہوا جس میں ۳۲/ شعرا نے کلام سنایا، مشاعرہ کی نظامت مشہور شاعر ڈاکٹر مجاہد نازؔ بدایونی نے کی۔ مشاعرہ کی خصوصیت یہ ہوتی ہے کہ اس کی نظامت طرحی ہوتی ہے اور غیر طرحی اشعار نہیں پڑھے جاتے، اشعار میں شریعت کا خیال رکھا جاتا ہے، ایسے مشاعرے شاذ و نادر ہوتے ہیں۔

۱۲/ مارچ منگل کو بعد نمازِ فجر حلقۂ ذکر بطریقِ سلسلۂ مجددیہ آبادانیہ ہوا۔ اس کے بعد قرآن خوانی و نیاز مشائخ سلسلۂ فریدیہ ہوئی، دس بجے قل کی محفل کا آغاز تلاوتِ کلام اللہ اور میلادِ تحفۃ الرسول سے قاری راقم حسین فریدی اور حافظ احمد حسین قادری نے کیا، اس کے بعد نعت خوانی، منقبت خوانی اور علمائے علام کی تقاریر ہوئیں۔ مولانا قاری شاہنواز عالم مصباحی اور مولانا رونق افروز اشرفی نے شریعت کی پابندی، طریقت کی اہمیت، انسانیت، خانقاہی نظام اور صاحبِ عرس کی پاکیزہ عارفانہ زندگی پر سلیس زبان میں عالمانہ خطاب فرمایا۔ تقاریر کے بعد قطبِ بدایوں کی حیاتِ طیبہ پر شیخِ طریقت نبیرۂ گنجِ شکر صوفی شاہ محمد انور علی سہیل فریدی کی نوشتہ کتاب "ولیِ کامل" کا رسمِ اجرا ہوا۔ کتاب کا تعارف ناظمِ محفل، فصیح اللسان مولانا غلام سبطین فریدی نے کرایا۔ صلاۃ و سلام اور شجرہ خوانی کے بعد صاحبِ سجادہ کی پر اثر دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔ دونوں دن فریدی لنگر جاری رہا۔ ناظمِ خانقاہ عالیہ مولانا عبد الجبار فریدی، عبد الجلیل فریدی، اطہر جاوید فریدی و دیگر فریدی برادران مہمانوں کی خدمت اور انتظام میں پیش پیش رہے۔

عرس میں بدایوں کے مقامی معتقدین و مریدین کے علاوہ کشن گنج، کھگریا، سہرسا، بیگو سرائے، سمستی پور، پٹنہ، آرہ، بنارس، بلرام پور، دہلی، کولکاتا کے متوسلین نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔

از: محمد صہیب فریدی

نائب سجادہ نشیں خانقاہ آبادانیہ فریدیہ، بدایوں شریف

"شعاعِ فیضانِ رضا" کا رسمِ اجرا

جامعہ اہلِ سنت امداد العلوم مٹہنا کھنڈ سری کے استاذ، معروف شاعر و ادیب حضرت مولانا کلام احمد ازہر القادری کے زیرِ ادارت جاری سال نامہ "شعاعِ فیضانِ رضا" کا رسمِ اجرا حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی استاذ جامعہ اشرفیہ مبارک پور و دیگر علما و دانش ورانِ قوم کے ہاتھوں کیا گیا۔ حضرت مولانا مبارک حسین مصباحی نے کہا کہ حضرت مولانا ازہر القادری نے تصنیف و تالیف کے میدان میں جو کارنامے انجام دیے ہیں ان کی جتنی تعریف کی جائے کم ہے۔ بالخصوص دین و سنیت، علما و مشائخ کی حیات و خدمات اردو ادب اور تاریخ کے معاملے میں مولانا ازہر القادری دام ظلہ العالی کو کافی مہارت حاصل ہے۔ آپ نے حضرت مولانا قاری محمد شفیق احمد نعیمی علیہ الرحمہ کی شخصیت و خدمات پر "شفیقِ ملت حیات و خدمات" پر مختصر مدت میں عرس چہلم تک اہم کتاب مرتب فرمائی۔ آپ کے ساتھ ہم حضرت مولانا فیاض احمد مصباحی دام ظلہ العالی کو بھی ہدیۂ

تبریک پیش کرتے ہیں اور دیگر حضرات کا بھی اس کی ترتیب و اشاعت میں اہم کردار ہے۔ اللہ رب العزت انھیں علم وعمل اور اپنے فضل وکرم سے نوازے۔ تقریبِ رسمِ اجرا میں مولانا کمال احمد علیمی، مولانا فیاض احمد مصباحی، نور الحسن ازہری، مولانا ازہر القادری وغیرہ موجود تھے۔ از: نور الہدیٰ مصباحی، لکشمی پور، مہراج گنج

الجامعۃ الاشرفیہ کے ہونہار طلبہ نے سنایا ایک نشست میں مکمل قرآن پاک

الجامعۃ الاشرفیہ مبارک پور کے باصلاحیت طلبہ محمد یاسر عرفات ابن عبد اللہ نوادہ مبارک پور، ابوہریرہ بن محمد امین پورہ خواجہ، مبارک پور، تہذیب انور بن ریاض احمد علی نگر مبارک پور اور احمد رضا ابن افضال احمد، علی نگر، مبارک پور نے جامعہ کے استاذ حضرت حافظ و قاری محمد اجمل ضیائی کو ایک نشست میں مکمل قرآن پاک سنا کر ایک مثال قائم کی۔ طلبۂ کرام کی اس کامیابی پر جملہ اہلِ خانہ و دیگر احباب اور معززین نے مبارک باد پیش کی اور دعاؤں سے نوازا۔ اللہ تعالیٰ اپنے حبیب ﷺ کے طفیل ان طلبہ کو دین و سنیت کا سچا خادم بنائے اور علم و فضل کی بلندیوں سے خوب خوب سرفراز فرمائے۔ آمین۔ از: محمد محبوب عزیزی، منیجر ماہ نامہ اشرفیہ

☆☆☆☆

(ص: ۴۳ کا بقیہ).... گویا ۶۱؍ برس میں کانگریس بار بار برسر اقتدار آئی ہے۔ درمیان میں ایک آدھ دیگر پارٹیوں نے بھی حکومت بنائی مگر پھر کانگریس مرکز میں واپس آگئی۔ چلیں ہم ان ۶۱؍ برسوں سے ۱۱؍ برس مزید نکال دیتے ہیں تو پوری ایک نصف صدی بنتی ہے اور اس پوری نصف صدی میں کانگریس بلاشرکت غیرے پورے ملک کی حکمراں رہی ہے۔ کسی بھی پارٹی کے پاس نصف صدی تک ملک کی باگ ڈور کوئی معمولی بات نہیں۔ آزادی کے بعد سے ہی ملک کے ہر شعبے میں مسلمانوں کا تناسب کم سے کم تر ہوتا چلا گیا اور جیلوں میں ان کا تناسب بڑھتا گیا۔ اس سے آپ کیا سمجھتے ہیں کہ اس کے پیچھے بی جے پی کا ہاتھ ہے؟ نہیں ہرگز نہیں، یہ صرف اور صرف کانگریس کی سازش تھی اور آج بھی کانگریس اپنی شاطرانہ چالوں سے مسلمانوں کو لبھانے کی کوشش کر رہی ہے اور بیوقوف مسلمان اس کے بہکاوے میں آتا جا رہا ہے۔ آج اگر آپ سروے کرلیں تو ۱۰۰ میں سے ۹۰ مسلمان یہی جواب دیں گے کہ ہم کانگریس کو اس لیے لانا چاہتے ہیں کہ بی جے پی کو ہرانا ہے۔ ہمارا مسئلہ یہ ہے کہ ہم ایک دشمن سے نکل کر دوسرے دشمن کی گود میں جا بیٹھتے ہیں۔ اپنی ملت کے لیے کوئی ٹھوس لائحہ عمل ترتیب نہیں دیتے، بس ضمیر فروش لیڈروں اور بکاؤ مسلم لیڈوں کے رحم و کرم پر جینا شاید ہمیں زیادہ اچھا لگتا ہے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ ایک دشمن یعنی بی جے پی کھلم کھلا دشمنی کا اظہار کرتی ہے اور جب کہ دوسرا دشمن یعنی کانگریس چھپے ہوئے دشمن کا کردار نبھاتی ہے۔ حالاں کہ چھپا ہوا دشمن، ظاہری دشمن سے زیادہ خطرناک ہوتا ہے۔ مسلمانوں کو اس سلسلے میں غور کرنا چاہیے، خاص طور پر مسلم لیڈران اور سماج کے نمائندہ حضرات کو کہ وہ اپنی قوم کو کدھر لے جا رہے ہیں۔ ایک بڑا سوال یہ ہے کہ کیا اگر بی جے پی لوک سبھا الیکشن میں دوبارہ برسر اقتدار آگئی تو کون سا پہاڑ ٹوٹ جائے گا۔؟ بی جے پی سے مسلمان اتنا خائف کیوں ہے؟ بلاشبہہ بی جے پی نے کچھ نہیں کیا اور وہ کچھ کرے گی بھی نہیں، عقل کے کورے ہندوؤں کو مسلمانوں کے خلاف بھڑکائے گی، مسلمانوں کا ڈر ان کے دلوں میں بٹھائے گی اور در پردہ ملک کی بڑی بڑی کمپنیوں کو فائدہ پہنچائے گی اور بس۔ مسلمانوں کو یہ بات سمجھ لینی چاہیے کہ کانگریس اور بی جے پی دونوں ایک سکے کے دو رخ ہیں۔ دونوں کی اندرونی پالیسیاں ایک ہیں یا کم از کم یوں کہ لیجیے کہ مسلمانوں کے تعلق سے دونوں پارٹیوں کے نظریات بالکل یکساں ہیں، بس فرق اتنا ہے کہ ایک پارٹی ظاہر کر دیتی ہے اور دوسری اسے ظاہر نہیں کرتی۔ ☆☆

ماہ نامہ اشرفیہ حاصل کریں

بنارس میں

حاجی ابرار احمد عزیزی جنرل اسٹور

پیلی کوٹھی، بنارس

جلال پور میں

قاضی غیاث الدین

اشرفی جامع مسجد، سرائے جلال پور، امبیڈکر نگر

حافظ ظہیر احمد

مدرسہ نوائے حق۔ جلال پور امبیڈکر نگر